I HAVE THE RIGHT
TO DESTROY MYSELF
YOUNG-HA KIM
زندگی سے نجات
یونگ ہاکم
ترجمہ: مسعود اشعر
مشعل

زندگی سے نجات

یونگ ہاکم
ترجمہ: مسعود اشعر

مشعل
آر۔بی ۔۵، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور۔54600، پاکستان

زندگی سے نجات

یونگ ہاکم

ترجمہ: مسعود اشعر

ناشر: مشعل بکس
آر۔بی۔۵، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،
لاہور۔54600، پاکستان

فون و فیکس 042-35866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk

http://www.mashalbooks.org

فہرست

پہلا حصہ

6

مرات کی موت

میں ژاک لوئی ڈیوڈ کی1793 کی آئل پینٹنگ دیکھ رہا ہوں،۔'' مرات کی موت''، جو ایک آرٹ کی کتاب میں چھپی ہے ۔(فرانس کا) انتہا پسند انقلابی ژاں پال مرات غسل خانے میں مردہ پڑا ہے۔ اسے قتل کیا گیا ہے ۔اس کا سر تولیہ میں ایسے لپٹا ہوا ہے جیسے اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہو۔ اور اس کا ہاتھ باتھ ٹب پر لٹکا ہوا ہے، اس ہاتھ میں قلم ہے ۔مرات مر چکا ہے، وہ خونم خون ہے، اور سفید اور سبز رنگوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس پینٹنگ سے سکون اور طمانیت ٹپک رہی ہے ۔جیسے ہم اس میں نوحے کی صدائیں سن رہے ہوں ۔قاتل چاقو کینوس کے نچلے حصے میں پڑا ہے۔جیسے کوئی اسے وہاں پھینک گیا ہو۔

میں نے کئی بار اس پینٹنگ کی نقل بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس پینٹنگ کا سب سے مشکل اور پیچیدہ حصہ مرات کے چہرے کے تاثرات ہیں ۔وہ بالکل پر سکون اور گمبھیر نظر آرہا ہے۔ڈیوڈ کی پینٹنگ میں مرات کے چہرے پر نہ تو کسی ایسے نو جوان انقلابی کی اداسی اور مایوسی نظر آتی ہے جو نا گہانی قاتلانہ حملے کی زد میں ہو، اور نہ اس انسان کا سکون قلب دکھائی دیتا ہے جس نے زندگی کی کلفتوں سے نجات پا لی ہو ۔مرات پر سکون ہے مگر دکھی، نفرت سے بھرا ہوا ہے مگر سب کچھ جانتا بھی ہے ۔مردہ انسان کے تاثرات کے ذریعے ڈیوڈ نے ہمارے متضاد اور متناقض اندرونی جذبات کی تصویر کشی کردی ہے۔ پہلی بار ہم یہ پینٹنگ دیکھتے ہیں تو ہماری نظریں مرات کے چہرے پر ٹک جاتی ہیں ۔لیکن اس کا چہرہ آپ سے کچھ نہیں کہتا ،اس لئے آپ کی نظریں دو میں سے ایک سمت کی طرف بھٹکتی ہیں۔یا تو آپ

کی نظریں اس ہاتھ پر ٹک جاتی ہیں جس نے خط پکڑا ہوا ہے یا اس بے جان ہاتھ پر چلی جاتی ہیں جو ٹب کے باہر لٹکا ہوا ہے۔موت کے بعد بھی مرات نے ہاتھ میں خط اور قلم پکڑ رکھا ہے۔مرات کو اس عورت نے قتل کیا جس نے اسے خط لکھا تھا۔ اور اس وقت قتل کیا جب وہ اس خط کا جواب لکھ رہا تھا۔مرتے وقت مرات نے جو قلم ہاتھ میں لیا ہوا ہے وہ منظر کے سکون اور ٹھہراؤ میں تناؤ اور تشنج پیدا کرتا ہے۔ہم سب کو ڈیوڈ کی ہم سری کرنا چاہئیے ۔ایک آرٹسٹ کے جوش وجذبے کو پینٹنگ میں جوش و جذبہ پیدا نہیں کرنا چاہئے۔کسی بھی آرٹسٹ کی سب سے بڑی خوبی اس کا بے لوث اور سرد مہر ہونا ہے۔

مرات کی قاتل شارلٹ کاردے گلوٹین پر اپنی زندگی ہار بیٹھی۔ژیران داں جماعت (فرانسیسی انقلاب کے زمانے کی اعتدال پسند انقلابی جماعت) کی نوجوان کارکن کاردے نے تہیہ کیا تھا کہ مرات کو ختم کرنا ہے۔وہ 13 جولائی 1793 کی تاریخ تھی ۔ اس وقت اس عورت کی عمر 25 سال تھی۔واقعے کے فورا بعد اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اور چار دن بعد 17 جولائی کو اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

مرات کی موت کے بعد رابز پئیر والا قتل و غارت کا دور شروع ہو گیا۔ جیکو بن انقلابیوں کے جمالیاتی تقاضے ڈیوڈ جانتا تھا۔کوئی بھی انقلاب قتل وغارت کے ایندھن کے بغیر پنپ نہیں سکتا۔ پھر ایسا وقت بھی آجاتا ہے جب یہ رشتہ پلٹ جاتا ہے ۔اور انقلاب محض دہشت گردی کی غرض سے ہی آگے بڑھتا ہے ۔جو آدمی دہشت گردی تخلیق کرتا ہے اسے آرٹسٹ کی طرح بے لوث اور ٹھنڈے مزاج کا ہونا چاہئے ۔اسے یاد رکھنا چاہئے کہ وہ دہشت گردی سے جو توانائی پیدا کر رہا ہے وہ خود اسے بھی بھسم کر دے گی ۔رابز پئیر بھی گلوٹین پر ہی مرا۔

میں اپنی آرٹ کی کتاب بند کر دیتا ہوں۔میں جس دن کام کرتا ہوں اس دن خوب اچھی طرح نہاتا دھوتا ہوں۔نہانے کے بعد میں بڑے اہتمام کے ساتھ شیو بناتا ہوں او رلائبریری چلا جاتا ہوں، جہاں میں اپنے مریض تلاش کرتا ہوں ۔اور آئندہ اپنے کام آنے والے مواد کی چھان بین کرتا ہوں ۔ یہ بہت ہی سست اور بیزار کن کام ہے۔مگر میں کرتا رہتا ہوں ۔کبھی کبھی تو مہینوں ایک بھی مریض نہیں ملتا۔لیکن اگر ایک بھی مریض آجائے تو میرا چھ مہینے کا گزارا ہو جاتا ہے ۔اس لئے میں پریشان نہیں ہوتا اور گھنٹوں ریسرچ کے کام میں لگا

رہتا ہوں۔

میں لائبریری میں عام طور پر تاریخ کی کتابیں یا سیاحت کی گائیڈ بکس پڑھتا ہوں ۔ایک اکیلا شہر لاکھوں انسانوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کی سینکڑوں سال کی تاریخ ہوتی ہے ۔اس کے علاوہ وہاں ان کے باہمی میل جول اور رشتوں کے شواہد اور آثار موجود ہوتے ہیں ۔سیاحتی گائیڈوں میں یہ تمام باتیں چند سطروں میں بھر دی جاتی ہیں ۔ مثال کے طور پر پیرس کا تعارف اس طرح شروع ہوتا ہے۔

پیرس صرف سیکولر شہر ہی نہیں ہے بلکہ وہ مذہبی، سیاسی اور آرٹسٹک آزادی کا متبرک مقام بھی ہے۔یہ آزادی باری باری اپنا پھریرا لہراتی ہے اور اندر ہی اندر مزید آزادی کے لئے تڑپتی رہتی ہے۔ اپنی رواداری اور برداشت کی شہرت کی وجہ سے یہ شہر رابز پیئر ، کیوری، وائلڈ ، سارتر، پکاسو، ہو چی منہ اور خمینی جیسے مفکروں، فن کاروں اور انقلابیوں نیز دیگر غیر معمولی شخصیات کی پناہ گاہ رہا ہے۔پیرس انیسویں صدی کی شہری منصوبہ بندی کی بہترین مثال ہے۔اور اس کی موسیقی، اس کے آرٹ اور تھیئٹر کی طرح اس کا فن تعمیر بھی قرون وسطی سے اوان گارد تک بلکہ اس سے بھی آگے تک کے ادوار کا احاطہ کرتا ہے۔اپنی تاریخ، اپنی ایجادوں، اپنے کلچر اور اپنی تہذیب کی بنا پر پیرس دنیا بھر کی ایک لازمی ضرورت ہے ۔اگر پیرس نہ ہوتا تو ہمیں اسے ایجاد کرنا پڑتا۔

پیرس کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے ۔ یہی اختصار اور یہی دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے جس کی وجہ سے میں تاریخ کی کتابیں اور سیاحتی گائیڈ بکس شوق سے پڑھتا ہوں۔ وہ لوگ جو یہ نہیں جانتے کہ اختصار کیسے کیا جائے ان میں عزت نفس نہیں ہوتی۔اسی طرح جو لوگ اپنی اوبڑ کھابڑ زندگی کھینچے چلے جاتے ہیں ان میں بھی عزت نفس نہیں ہوتی ۔ وہ سادگی اور غیر ضروری چیزوں کی کاٹ چھانٹ کا حسن نہیں جانتے اور زندگی کے اصل معنی سمجھے بغیر ہی مر جاتے ہیں ۔

کام مکمل کرنے کے بعد جب مجھے معاوضہ مل جاتا ہے تو میں سفر پر نکل جاتا ہوں ۔اس بار میں پیرس جاؤں گا ۔ سیاحتی کتاب کی یہ چند سطریں ہی میرا تجسس بڑھانے کو کافی ہیں ۔میں اپنے دن ہنری ملر، یا آسکر وائلڈ کی کتابیں پڑھنے یا لور میوزیم کے داخلی دروازے کا خاکہ بنانے میں بتاؤں گا ۔جو شخص سفر میں سیاحتی گائیڈز پڑھتا ہے وہ بور آدمی

ہوتا ہے ۔میں سفر میں ہوتا ہوں تو ناول پڑھتا ہوں۔لیکن میں سیول میں ناول نہیں پڑھتا۔ناول زندگی کے بچے کھچے وقت کی خوراک ہے، درمیانی وقفہ، انتظار کا لمحہ۔

لائبریری میں پہلے میں رسالوں کی ورق گردانی کرتا ہوں ۔ ان میں چھپے ہوئے تمام مضامین میں سے انٹرویو مجھے زیادہ اچھے لگتے ہیں ۔اگر میری قسمت اچھی ہوتی ہے تو مجھے ان میں اپنے مریض مل جاتے ہیں ۔ اوسط درجے کا شعور اور عامیانہ حسیت رکھنے والے رپورٹر میرے ممکنہ مریضوں کی خصوصیت بین السطور کہیں چھپا دیتے ہیں ۔وہ کبھی ان سے ایسا سوال نہیں کرتے ''کیا کبھی آپ کے دل میں کسی کو قتل کرنے کی تڑپ پیدا ہوئی ہے؟'' اور ظاہر ہے انہوں نے کبھی یہ بھی نہیں پوچھا '' اس وقت آپ کو کیسا محسوس ہوتا ہے جب آپ خون دیکھتے ہیں؟'' وہ جس سے انٹرویو کرتے ہیں اسے ڈیوڈ یا دیلا کروا کی پینٹنگ نہیں دکھاتے اور ان کے افکار معلوم نہیں کرتے۔ اس کے بجائے ان کا انٹرویو بے معنی باتوں سے بھرا ہوتا ہے ۔مگر وہ مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے ۔میں ان کے خالی خولی الفاظ میں اپنے لئے امکانات کی جھلک دیکھ لیتا ہوں۔جس طرح کی موسیقی وہ پسند کرتے ہیں، اپنی خاندانی تاریخ کے بارے میں وہ بعض اوقات جو انکشافات کرتے ہیں،جس قسم کی کتابیں انہیں متاثر کرتی ہیں اور کون سے آرٹسٹ انہیں پسند آتے ہیں، ان سب سے مجھے ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو جا تا ہے ۔لوگ غیر شعوری طور پر اپنی اندرونی آرزوئیں اور امنگیں ظاہر کر دیتے ہیں ۔ وہ مجھ جیسے لوگوں کے انتظار میں ہوتے ہیں ۔

مثلا ایک بار ایک خاتون مریض نے مجھے بتایا کہ اسے فان گوگ پسند ہے ۔ میں نے اس سے پوچھا آپ کو اس کے لینڈ اسکیپ اچھے لگتے ہیں یا سیلف پورٹریٹ؟ ۔اس پر وہ تھوڑا سا جھجکی پھر بولی کہ مجھے لینڈ اسکیپ پسند ہیں ۔جو لوگ سیلف پورٹریٹ میں کھو جاتے ہیں میں ہمیشہ انہیں غور سے دیکھتا ہوں۔ یہ لوگ بھٹکی ہوئی روح ہوتے ہیں، وہ اپنے باطن میں جھانکنے کی طرف راغب ہوتے ہیں، اور وہ واقعی اپنے آپ سے گتھم گتھا رہتے ہیں ۔اور وہ جانتے ہیں کہ یہ باطن بینی اگرچہ دردناک ہوتی ہے مگر پر اسرار طور پر خوش کن بھی ہوتی ہے ۔ اور اگر کوئی مجھ سے وہ سوال کر لے جو میں کر سکتا ہوں تو میں جان لوں گا کہ وہ شخص تنہائی کا مارا ہوا ہے۔لیکن تمام تنہائی پسند لوگ مناسب مریض نہیں ہوتے ۔

رسالوں کی ورق گردانی کرنے کے بعد میں نے اخبار دیکھے۔میں نے موت کی خبروں

سے لے کر ضرورت ہے کے اشتہاروں تک سب کچھ توجہ کے ساتھ پڑھ ڈالا ۔ خاص طور سے وہ اشتہار بھی پڑھے جن میں خاص ہنر اور اہلیت والے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ میں نے تجارتی صفحے بھی پڑھے ۔میں نے ان مضامین پر زیادہ توجہ دی جن میں ان کمپنیوں کا ذکر تھا جو پہلے تو بہت کامیاب اور خوش حال تھیں مگر اب دیوالیہ ہونے والی تھیں۔ میں نے اسٹاک مارکیٹ کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ بھی لیا۔ کیونکہ سب سے پہلے اسٹاک مارکیٹ ہی سماجی تبدیلی کی نشان دہی کرتی ہے ۔کلچر کے حصے میں ، میں نے آرٹ اور پاپولر موسیقی کے نئے رجحانات کا اندازہ لگایا۔ ہاں، نئی کتابیں بھی میری توجہ کا مرکز تھیں ۔یہ مضامین پڑھنے سے مجھے اپنے ممکنہ مریضوں کا تازہ ترین ذوق سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ان کی پسندیدہ موسیقی، ان کے پسندیدہ آرٹ اور کتابوں کے بارے میں مجھے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ان سے ان کے ساتھ بات چیت کرنے میں میرے لئے آسانی ہو جاتی ہے ۔

کبھی کبھی لائبریری سے نکلنے کے بعد میں انسا دونگ گیلریز میں ٹھہر جا تا ہوں۔ وہاں میں آرٹ کی کتابیں دیکھتا ہوں ۔یا پھر سی ڈی خریدنے کے لئے بڑی میوزک شاپس میں چلا جا تا ہوں۔ اگر قسمت اچھی ہوتی ہے تو مجھے گیلری میں گھومتا ہوا کوئی مریض مل جا تا ہے۔میں وہ لوگ تلاش کرتا ہوں جو کسی فن پارے میں کھوئے ہوئے ہوں۔ وہ لوگ جنہوں نے کبھی سنیچر کی سہ پہر کو بھی اپنی گھڑی پر نظر نہیں ڈالی، وہ آرٹ کے فن پارے میں ڈوبے ہوئے ملتے ہیں ۔ انہیں اور کہیں نہیں جانا ہوتا، اور نہ کوئی ان کا انتظار کر رہا ہوتا ہے ۔اور وہ پینٹنگز جو انہیں مبہوت کر دیتی ہیں ،اور جو انہیں دیر تک ایک ہی جگہ کھڑے رہنے پر مجبور کر دیتی ہیں ، وہ غیرارادی طور پر پینٹنگز ان دیکھنے والوں کی دلی آرزوئیں آشکارا کرتی ہیں۔

شام کو میں شہر کے وسط میں ایک پرانی دھرانی عمارت میں موجود اپنے دفتر جاتا ہوں۔میرے پاس اس دفتر میں صرف ایک ٹیلی فون ہے، ایک میز ہے اور کمپیوٹر ہے ۔ یہاں میں کسی سے ملاقات نہیں کرتا ۔ میں دفتر کے مالک سے بھی کبھی نہیں ملتا، کیونکہ میں آن لائن کرایہ ادا کرتا ہوں۔دفتر پہنچنے کے بعد میں آنسرنگ مشین بند کر دیتا ہوں اور فون کی گھنٹی بجنے کا انتظار کرتا ہوں ۔ رات کے ایک بجے تک بیس کے قریب فون کال سنتا ہوں ۔لوگ اخبار میں میرا یہ اشتہار پڑھ کر فون کرتے ہیں کہ " ہم آپ کے مسائل سنتے ہیں" ۔ یہ سادہ سا جملہ پڑھ کر وہ فون کرنے کے لئے رات پڑنے کا انتظار کرتے ہیں ۔میں صبح تک ان لوگوں سے

بات کرتا ہوں جن کے طرح طرح کے مسئلے ہوتے ہیں۔جیسے وہ لڑکی جس کا باپ اس کی عصمت دری کرتا ہے، ایک ہیجڑہ جسے زبردستی فوج میں بھرتی کیا جا رہا ہے، ایک عورت جو اپنے بوائے فرینڈ سے بے وفائی کر رہی ہے، ایک بیوی جسے اس کے شوہر نے مارا ہے۔ میں ایسے قصے سنتا ہوں جو دن کے وقت لائبریری ، کتابوں کی دکانوں یا انسا دونگ گیلیر یز میں مجھے نہیں ملتے ۔اس طرح مجھے اپنے اکثر مریض مل جاتے ہیں ۔

چند منٹ کے بعد ہی میں کسی بھی شخص کی تعلیم کا معیار، اس کی پسند و ناپسند اور اس کے معاشی حالات کا اندازہ لگاسکتا ہوں ۔اس قسم کی معلومات سے میں ممکنہ مریض تلاش کر لیتا ہوں۔میرے اندر مریض دریافت کرنے کی جو قوت ہے وہ مجھے بہت عزیز ہے۔

لیکن اس میں کچھ خرابیاں بھی ہیں ۔ یہ حقیقت کہ فون کرنے والوں میں ابھی اتنی قوت ارادی موجود ہے کہ وہ اپنے مسائل پر کسی سے بات چیت کر سکتے ہیں، ثابت کرتی ہے کہ وہ ابھی اتنے مایوس نہیں ہوئے کہ انہیں میری خدمات کی ضرورت پیش آ جائے ۔ چنانچہ ان عام پیشہ ور مشورہ دینے والوں کے مقابلے میں جو لوگوں کے مسائل سننے کے بعد ان مسائل کا حل نہیں بتاتے ، میں دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہوں ۔ میں اس وقت تک ان کی باتیں سنتا ہوں جب تک میں انہیں بخوبی جان نہیں لیتا۔اس کے بعد میں اپنے مشوروں کے ذریعے ان کے ساتھ کھیلتا ہوں۔اس لڑکی کی باتیں سنتے چلے جانے کا کوئی فائدہ نہیں جس کا باپ ہر رات اس کی عصمت دری کرتا ہے اور اسے مارتا پیٹتا ہے ۔میں اس لڑکی سے ،جو سترہ سال کی ہو چکی ہے، صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ گھر سے بھاگ جائے ۔ معمولی پیشہ ور مشورہ دینے والے اس سے کہتے ہیں کہ وہ ڈٹی رہے،سوشل اداروں یا پولیس کو اطلاع کرے ۔ یہ پیشہ ور مشورہ دینے والے مسئلے کی روح اور اس کے سہل حل کی ماہیت کو فراموش کر دیتے ہیں ۔یہاں ایسا نہیں ہے کہ لڑکی خود نہ جانتی ہو کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اگر فون کرنے والی میرے اشتعال دلانے پر مثبت ردعمل کا اظہار کرتی ہے تو میں اس سے بات چیت جاری رکھتا ہوں۔ وہ لڑکی تسلی محسوس کرتی ہے اور اس کے دل کی بھڑاس نکل جاتی ہے ۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ اب مناسب وقت آ گیا ہے تو بیچ میں کود پڑتا ہوں ۔ ”اگر وہ ایسا ہی باپ ہے تو اسے مار کیوں نہیں ڈالتیں ؟“ ۔اگر وہ اس پر چونکتی ہے تو میں کہتا ہوں ”اوہو، میں تو مذاق کرر ہا تھا“۔اور اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے میرے طریقہ کار سے دلچسپی ہے ۔مگر میں قتل

کرنے کے لئے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ اس طرح کی اشتعال انگیز باتوں کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگوں کا صفایا کر دیا جائے جن کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو قتل کر دے۔ میں تو وہ بیمار خواہشات باہر نکالنا چاہتا ہوں جو لاشعور کی گہرائیوں میں مقید ہیں۔ یہ جنسی بھوک ایک بار جب آزاد ہو جاتی ہے تو پھلنا پھولنا شروع کر دیتی ہے۔فون کرنے والی کا تخیل پرواز کرنے لگتا ہے اور جلد ہی اس پر اپنی مخفی قوت منکشف ہو جاتی ہے۔

اگر میں سمجھتا ہوں کہ کسی شخص میں کچھ امکانات ہیں تو میں اس سے ملتا ہوں۔ اپنے دفتر میں نہیں۔ کبھی تو ہم کسی بار میں چلے جاتے ہیں، یا پھر کوئی نمائش یا فلم دیکھنے چلے جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی بہت ہی اہم مریض ہوا تو ہم سفر پر نکل جاتے ہیں۔ اہم شخص سے میری مراد ایسا آدمی نہیں ہے جو بہت زیادہ رقم دیتا ہو بلکہ ایسا آدمی ہے جو میری تخلیقی قوت کو ابھارتا ہو۔ایسا انسان ملنا بہت مشکل ہے مگر جب مل جاتا ہے تو میری خوشی کا ٹھکانا نہیں ہوتا۔ لیکن میں یہ بات اس کے سامنے ظاہر نہیں کرتا۔ یہ لوگ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ نہ میرا نام، نہ میرا شہر، نہ میرا اسکول، حتیٰ کہ میرے مشاغل اور میری دلچسپیوں کے بارے میں بھی انہیں کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ میں مسلسل باتیں کرتا رہتا ہوں تا کہ میرے مشاغل اور میرے ذوق کا کسی کو پتہ نہ چل جائے۔ وہ جانے بوجھے بغیر ہی اپنا سر ہلاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ میں ان کی ان توقعات کو طرح دے جاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ لیکن یہ تو ہونا ہی ہے کیونکہ خدا کے بارے میں واقعی کون جانتا ہے۔

میں اس وقت تک باتیں کرتا رہتا ہوں جب تک وہ شخص جانے نہیں لگتا۔ مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ میں اس شخص کی گھریلو زندگی اور اس کے بچپن کے بارے میں جان لوں، اس کے معاشقوں، اس کی کامیابی اور ناکامی کے متعلق جان جاؤں، اور یہ معلوم کر لوں کہ وہ کس قسم کی کتابیں پڑھتا ہے اور کون سے آرٹسٹ اور کیسی موسیقی اسے پسند ہے۔ اکثر لوگ کسی جھجک کے بغیر اپنے قصے سنا دیتے ہیں۔ سچی بات بتاتے ہیں تو یقیناً وہ دیانت داری سے کام لے رہے ہوتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو تمام باتیں سنانے کے بعد مجھے چھوڑ جانا چاہتے ہیں۔ انہیں میں ان کی رقم واپس کر دیتا ہوں سوائے سیکیورٹی کے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ دوبارہ آ جاتے ہیں۔ جب وہ دوبارہ آتے ہیں تو کسی گفت وشنید کے

بغیر معاہدے کی پابندی کرتے ہیں۔

میں اپنا کام مکمل کر لیتا ہوں تو سفر پر نکل جا تا ہوں۔وہاں سے واپس آ تا ہوں تو اپنے مریض کے بارے میں اور اس کے ساتھ جو وقت گزارا ہے اس کے بارے میں لکھتا ہوں۔اس تخلیقی عمل کے ذریعے میں خدا بننے کی کوشش کرتا ہوں۔خدا بننے کے دو طریقے ہیں؛تخلیق کرنا یا مار ڈالنا۔

تمام معاہدے قصہ کہانی نہیں بنتے۔صرف وہ مریض جو کسی قابل ہوتے ہیں صرف انہیں میرے الفاظ سے نئی زندگی ملتی ہے۔میرے کام کا یہ حصہ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے ۔لیکن یہ تھکا دینے والا عمل اپنے مریضوں کے ساتھ میری ہمدردی اور محبت کا ثبوت ہوتا ہے ۔

شیکسپیئر نے کہا تھا'' تو کیا یہ گناہ ہے/ موت کے خفیہ گھر میں اندھا دھند داخل ہونا/ اس سے پہلے کہ موت ہمارے پاس آنے کی جرأت کرے؟''اس عظیم ڈرامہ نگار کے سینکڑوں برس بعد سلویا پلاتھ نے اس بات کو اور آگے بڑھایا۔''خون کی دھار شاعری ہے/ اس کا کوئی انت نہیں ہے۔''جس عورت نے یہ مصرع لکھے تھے اس نے چولہے کی گیس کا پائپ کھول کر اپنی زندگی ختم کر لی تھی ۔

میرے مریضوں میں سلویا پلاتھ والی تخلیقی صلاحیت تو نہیں ہوتی مگر وہ اپنی زندگی اتنی ہی خوبصورتی سے ختم کرتے ہیں جیسے سلویا پلاتھ نے کی تھی۔ میں نے اپنے مریضوں کے جو قصے لکھے ہیں ان کی تعداد دس سے زیادہ ہوگئی ہے۔ میں انہیں آہستہ آہستہ دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے کسی پیشگی رقم یا رائلٹی کی ضرورت نہیں ہے ۔ میرے پاس زندگی گزارنے کے لئے بہت پیسے ہیں ۔اور پھر یہ میرے مریضوں کے ساتھ انصاف بھی نہیں ہو گا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں یہ تحریریں ایک لفافے میں ڈالوں اور کسی شرط یا مطالبے کے بغیر کسی ناشر کو بھیج دوں ۔ پھر میں چھپ جاؤں گا،غیر مرئی ہو جاؤں گا اور اپنی تخلیقات کو نیا جنم لیتے دیکھوں گا۔

میں کمپیوٹر کے پاس جاتا ہوں اور وہ فائلیں کھولنا شروع کرتا ہوں جو پاس ورڈ کے ذریعے محفوظ ہیں۔پہلی فائل ایک نوجوان عورت کی کہانی کہتی ہے جس نے دو جاڑوں پہلے میری خدمات حاصل کی تھیں ۔

دوسرا حصہ

جوڈتھ

مسحور ہوئے کا کرب اکثر
مجھے چڑیا کا ہلکا پھلکا بدن یاد دلا دیتا ہے۔
میری رقابت ہوا سے بھی ہلکی ہے۔
میں غائب ہو جانا چاہتا ہوں
کیونکہ میں محبت کرتا ہوں۔

''چڑیا کا گھونسلہ دیکھتے ہوئے'' یو ہا

15

''برف بہت پڑ رہی ہے''

''۔۔۔۔۔۔''

''کے کیسا ہے؟''

پانچ گھنٹے ہو چکے ہیں، جوڈتھ اور سی ہانگی پہاڑی کے قریب نیشنل ہائی وے پر کار میں بیٹھے ہیں۔کار کھڑی ہوئی ہے۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھے تھے۔ کچھ بھی نہیں کر رہے تھے۔تھوڑی تھوڑی دیر بعد کار کا وائپر چلا رہے تھے تا کہ ونڈو اسکرین پر جمنے والی برف صاف ہو جائے۔ ایڈیو نے خبر دی تھی کہ بیس سال میں یہ سب سے زیادہ برف باری ہے۔بظاہر چین میں جو برفانی طوفان شروع ہوا ہے اور سائبریا کی ہوائیں اس کا سبب ہیں۔سڑک پر کاریں ذرا سی بھی جنبش نہیں کر رہی ہیں۔ برف اتنی زیادہ ہے کہ وہ کار کے بمپر تک آ گئی ہے اس لئے پہیوں پر لگی ہوئی چین بھی کام نہیں کر رہی ہے۔

وہاں دور دور بھر بھی نہیں بس رات سو رہی ہے۔آسمان جو دن میں بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا سہ پہر کے پانچ بجے تک بالکل سیاہ ہو گیا ہے۔سی وائپر چلانے کی کوشش کرتا ہے مگر جوڈتھ اسے روک دیتی ہے اور طویل خاموشی توڑتی ہے۔

''رہنے دو، باہر نہ دیکھو تو اچھا ہے''۔

وہ اپنے ناخن رگڑتی ہے اور سیٹی بجانے لگتی ہے۔ وائپر نہیں چل رہے ہیں تو چند سیکنڈ میں ونڈو اسکرین پر برف جم جاتی ہے۔کار کے اندر گھپ اندھیرا ہے۔ ہڈلائٹس مشکل سے ہی نظر آ رہی ہیں۔سی جوڈتھ کو بھی نہیں دیکھ سکتا ، وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ صرف اس کا ہیولا ہی محسوس کر سکتا ہے۔کار کے اندر کی خشک ہوا سے اس کی آنکھیں بھی خشک ہونے لگی ہیں۔

''یہ تو قطب شمالی لگ رہا ہے''۔ جوڈتھ کھڑکی کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہے۔

''قطب شمالی؟''۔

''تم اس آدمی ہیوہانگ ہو کو جانتے ہو؟ کل میں نے ٹی وی پر اسے قطب شمالی پر جاتے

دیکھا''۔

''پھر''؟۔

''ہیو ہانگ ہو قطب شمالی کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اپنی برف گاڑی کھینچ رہا تھا، مگر ظاہر ہے قطب شمالی تو سرکتے ہوئے برف کا پہاڑ ہے۔ جو ہر وقت گول گول سرکتا اور گھومتا رہتا ہے۔ اب تک ہیو ہانگ ہو قطب شمالی پہ گھوم ہی رہا ہے۔ وہ آخر کار جب وہاں نہیں تھا تو اس کے پاس کافی وقت تھا کہ اس نے جھنڈا گاڑا اور اس کی تصویر کھینچ لی تھی۔ دوسرے ہی لمحے قطب شمالی کسی اور طرف سرک رہا تھا''۔

''قطب شمالی حرکت نہیں کرتا، برف سرکتا ہے''۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے ایک ہی بات ہے کہ برف سرک رہا ہے یا ہم چل رہے ہیں یا قطب شمالی چل رہا ہے۔ تم بھی کسی ایسی گلی میں نہیں گئے جہاں چلتے چلتے تم اچانک رک گئے۔ چاروں طرف دیکھا اور حیران ہوئے کہ تم کہاں ہو؟''۔

اسی کو اچھی طرح یاد ہے کہ وہ پہلی بار جوڈتھ سے کب ملا تھا۔ یہ وہ دن تھا جب اس کی ماں کو انتقال ہوا تھا۔ تدفین کے بعد جب گھر آیا تو ڈرائنگ روم میں کے اور جوڈتھ موجود تھے۔ وہ اتنے منہمک تھے کہ دروازہ کھلا اور ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اندر آیا تب بھی وہ الگ نہوئے۔ سیاہ ربن میں لپٹی ہوئی ان کی ماں کی تصویر انہیں دیکھ رہی تھی۔ پہلے کے نے اسے دیکھا، وہ بیزاری سے کھڑا ہوا اور اپنے بکھرے ہوئے کپڑے اٹھانے لگا۔ وہ پھر بھی آنکھیں بند کئے لیتی رہی۔ کمرے میں جاؤ کے نے جوڈتھ سے کہا۔ آخر جوڈتھ نے آنکھیں کھولیں اور سی کو دیکھا کو دیکھا۔ اس کے پپوٹے نیلے ہو رہے تھے۔ اس کی شکل قدیم اسرائیلی ہروئن جوڈتھ سے مل رہی تھی۔ اشوریا کے جرنل ہونونس کو ورغلایا تھا اور جب وہ سو رہا تھا تو اس کا سر کاٹ لیا تھا۔ لیکن کلم نے جوڈتھ کی قوم پرستی اور بہادری کی نشان دہی کی تھی۔

اس عورت نے جو جوڈتھ سے سے ملتی تھی جلدی سے اپنے کپڑے اٹھائے اور دوسرے کمرے میں غائب ہوگئی۔ ''تم کیوں نہیں آ رہے ہو؟''۔ کے نے سی سے جو دروازے کے پاس کھڑا تھا ایسے سوال کیا جیسے اکیلا وہی عجیب وغریب حرکتیں کر رہا ہو۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ میرا گھر ہے''۔ سی نے دھیمی آواز میں کے کو الٹا جواب

دیااور جھجکتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف ایسے چلا گیا جیسے وہ پہلی مرتبہ وہاں آیا ہو۔

''میں جانتا ہوں یہ تمہارا گھر ہے۔ جنازے کی تدفین کیسی رہی ؟۔ مجھے یقین ہے ٹھیک ہی رہی ہو گی۔ جنازے اور شادی کی رسمیں کسی نہ کسی طرح ٹھیک ہی پوری ہو جاتی ہیں''۔

''تم کیوں نہیں آئے؟''۔

''اگر میں یہ کہوں کہ میرا دل میرا دل نہیں چاہا تو تم یقین کر لو گے؟''۔

''ہاں ہاں۔۔۔ یہ لڑکی کون ہے؟''

''ایک لڑکی ہے۔ بس ٹھیک ہی ہے''

اپنی ماں کے انتقال کی خبر سن کر گھر آیا تھا۔ وہ پانچ سال پہلے اسکول سے بھاگا تھا اور گھر سے بھی بھاگ گیا تھا۔ وہ سی کی توقع سے زیادہ بدل گیا تھا۔ کے اپنی ماں کے جنازے میں جانے کے بجائے سی کے گھر آ گیا تھا۔ کسی نے بھی ،حتیٰ کہ سی نے بھی اسے ایسا کرنے سے نہیں روکا۔اور ادھر اس کی ماں کے تابوت پر جب مٹی ڈالی جارہی تھی تو وہ سی کے گھر میں جوڈتھ کے ساتھ عیش کر رہا تھا۔سی نے کے کہ مقابلے میں اس کی ماں کے جنازے پر جو کام کئے تھے ان کا خیال آ گیا۔ اسے تھکن محسوس ہونے لگی۔ وہ کمرے میں گیا اور انہی کپڑوں میں لیٹ کر سو گیا۔

برف کا طوفان کم نہیں ہوا تھا۔ پٹرول کی ٹنکی ابھی آدھی بھری ہوئی تھی۔ سی نے پٹرول بچانے کے لئے کار کا انجن بند کیا تو ایک دم کار کے اندر ٹھنڈ بڑھ گئی۔دن کے وقت درجہ حرارت 12 سینٹی گرید تھا تو اب ٹھنڈ اور بھی زیادہ ہو گئی ہو گی۔وہ دوبارہ کار اسٹارٹ کر دیتا ہے۔

''تم بور ہو رہی ہو؟''۔ وہ جوڈتھ سے سوال کرتا ہے مگر وہ جواب نہیں دیتی۔ اسے سرسراہٹ سی سنائی دیتی ہے۔ایک جھٹکا، جوڈتھ نے اپنی سیٹ پیچھے کھسکا لی ہے۔

''تم سو رہی ہو؟''۔

''شی۔۔۔۔''۔

ونڈو اسکرین پر برف کی موٹی تہہ جم گئی تھی۔ سی گھبراتا ہے۔ ساری دنیا سے وہ کٹ چکے ہیں۔ جوڈتھ کے کپڑے تیزی سے سرسراتے ہیں ، وہ زور زور سے سانس لے رہی

ہے۔ وہ جب بھی بور ہوتی ہے تو ایسا ہی کرتی ہے۔

''میوزک سنو گی؟''۔

''ہوں''۔

یہ بات اس نے سانس کے جھٹکوں کے درمیان سنی۔ وہ کیسٹ تلاش کرتا ہے اور ڈیک میں ڈال دیتا ہے۔ یہ بی بی کنگ کا البم ہے۔ اب بند کار میں آہستہ آہستہ موسیقی گونجنے لگتی ہے۔'' وہ جادو اتارنے والے دشمن کی طرح بار بار کیتی ہے۔''ہونہہ، ہونہہ، ہاں، اور ذارا اور''۔ کار ہلنے لگتی ہے۔ ونڈو اسکرین پر پڑی ہوئی برف پھسلنے لگتی ہے۔ وہ اس ہاتھ پکڑتی ہے اور اسے سینے پہ رکھ لیتی ہے۔''سی تمھیں مار ڈالوں گی۔ مار ڈالوں گی تمھیں''۔ اس کی آواز اونچی ہو جاتی ہے۔''آ۔۔۔ہ''۔ وہ ہلکی سی چیخ کے ساتھ خاموش ہو جاتی ہے۔سی ایک جھٹکا دیتا ہے اور اپنا ہاتھ ہٹا لیتا ہے۔

''اور ہر چیز ویسی ہی ہے۔ حالانکہ میں زیادہ سے زیادہ دور جانے کی کوشش کی ہے۔ برف ابھی نہیں تھم رہی ہے۔'' جوڈتھ اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے کہتی ہے۔

''تم کہاں گئی تھی؟''

''دور بہت دور''

اس نے ریڈیو کھول دیا۔موسم کا حال بتایا جا رہا تھا۔''ایونگ سیو کے علاقے میں سات بجے تک برف 72 سینٹی میٹر تک پہنچ گئی ہے۔ چیوروفن 1 بجے اور وون تا نگ میں تمام ریل گاڑیاں اور بسیں چلنا بند ہو گئی ہیں۔گا نگ ون صوبے میں تمام سرکاری ملازموں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اوورٹائم کریں اور اپنے علاقوں میں برف صاف کریں مگر برف کا طوفان تھم ہی نہیں رہا ہے کہ کام شروع ہو سکے۔''

سر، کہاں جانا ہے؟''۔ کے اپنے تین سواریوں سے پوچھتا ہے۔

''یانگ ڈلنگ''۔

''اور آپ؟''۔

''شمالی دروازہ''۔

''مجھے جنوبی دروازے پر اتار دو''۔

ٹیکسی میں شراب کی بو بھری ہوئی تھیا ہر کا 10 سینٹی گریڈ درجہ حرارت کا مقابلہ کرنے

کے لئے ہیٹر فل پر چل رہا ہے۔خشک ، ناصاف گرمی جس میں سواریوں کی شراب میں بسی ہوئی سانس کی بدبو بھی شامل ہے مناسب درجہ حرارت پر آ گئی ہے۔ کے نے گہری سانس لی اور سیٹ بیلٹ اپنے کاندھے اور سیٹ پر درست کی۔ وہ اپنے جسم کو ایسے اکڑاتا ہے کہ 1994ماڈل کی اسٹیلا کار اور اس کا جسم ایک ہو جاتے ہیں۔کار نیوٹرل پر ہے وہ ایکسیلیٹر پر ہونے سے پاؤں رکھتا ہے جس سے پہیئے اپنی جگہ پر ہی ہلتے ہیں۔

اسے ہلکی سی لرزش محسوس ہوتی ہے سوئی چار ہزار آر بی ایم پر چلی جاتی ہے اور پھر اسی جگہ واپس آ جاتی ہے۔کے بائیں شیشے میں دیکھتا ہے اور فرسٹ گیئر لگاتا ہے پھر پہیئے گھماتا ہے۔اس سے کار آگے سرکتی ہے۔ اس کی سواریاں پیچھے کو ہوتی ہے اور تھوڑی دیر کے لئے نیند سے بیدار ہو کر ادھر ادھر دیکھتی ہیں۔ رات کا ایک بج رہا ہے۔ جن لوگوں کی گیونگی صوبے والی ریل گاڑی چھوٹ چکی ہے وہ پلیٹ فارم پر گھوم رہے ہیں۔کے تھرڈ گیئر لگاتا ہے اور ایکسیلیٹر پر پیر کا دباؤ بڑھاتا ہے۔ یکا یک آر پی ایم گرنے سے اسے غیر متوازن لرزش کا احساس ہوتا ہے مگر وہ اس کی پروا نہیں کرتا اس کی کار کارگو اچیون کی طرف دوڑ پڑتی ہے۔ابی وہ شہر کے اندر ہی ہے کہ اس کی کار130 کلومیٹر فی گھنٹہ کے حساب سے دوڑی جا رہی ہے۔گوا چیون ابھی تو اس کے پاس لائٹ سرخ ہو جاتی ہے اور سامنے جانے والی گاڑیوں کی پچھلی لائٹ بریک لائٹ سرخ ہو جاتی ہے۔کے جلدی سے دائیں ہاتھ ولاے شیشے میں دیکھتا ہے لین بدلتا ہے اور چل پڑتا ہے۔ پیچھے بیٹھی ہوئی سواریاں گھبرا کر پیچھے دیکھتی ہیں۔

کے اپنی اپنی اسٹیلا Tx کار پر خوش ہوتا ہے۔ وہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو سوناٹا ز پرنسر کار پسند کرتے ہیں۔لیکن اسٹیلا سے اچھی کار کوئی نہیں ہے۔اس کار کا انجن بہت سادہ سا ہے۔کبھی خراب نہیں ہوتا اور رفتار بھی اچھی ہے۔گواچیون روئی دنگ ٹول پلازہ پر وہ ایک ہزار وون کا نوٹ دیتا ہے اور ایک سو وون واپس لیتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے پٹھوں میں کھینچاؤ سا محسوس کرتا ہے۔اس علاقے میں کچھ زیادہ ٹریفک نہیں ہے اور دونوں طرف دو لین ہیں جو ٹیکسی کیلئے بہت اچھی چیز ہے۔کار کی رفتار تیز کرتا ہے اور دروازے کے شیشے چڑھا دیتا ہے۔سوئی پانچ ہزار آر پی ایم پ رچلی جاتی ہے پیچھے بیٹھی ہوئی سواریوں پر نظر ڈالتا ہے۔وہ سو رہے ہیں ان کی سر ٹکے ہوئے ہیں۔وہ یا تو شراب کے نشے میں دھت ہیں

یا گاڑی کی تیز رفتاری پر بہت ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے

کار کی رفتار تیز ہوئی تو کے کا جسم پیچھے کی طرف جھک گیا۔ یہ سکون کی حالت تھی۔ ایسی حالت جس میں حرکت برقرار رکھی جاتی ہے۔اس کا جسم ایک جگہ ٹھہرنا چاہتا تھا اور کار آگے جانا چاہتی تھی۔ وہ ۔۔۔۔۔ وہ بخشی سی محسوس کرتا ہے۔مگر وہ برا احساس نہیں ہے۔ دنیا ہمیشہ اس کے ارد گرد گھمتی ہے اور اس کی کار بھی انہیں کی دنیا ہے۔ وہ جلدی ہی مانوس ہو جائے گا اس کے جسم کی رفتار کار کی رفتار سے مانوس ہو جائے گی۔ٹیکسی سکون کے قاعدہ سے مانوس ہو جائے گی۔

گواچیوں اور روئی وانگ کی سڑک زیادہ تر ہوا میں معلق ہے۔زیادہ خلائی اور انڈر پاس بھی ہیں اس ہائی وے پر اور آواز کے شور کے روکنے کے لئے جو بیریئر لگائے گئے ہیں ان سے آس پاس کچھ نظر نہیں آتا۔ اوپر جانے والی گاڑیوں کے نیچے کوئی نہیں دیکھ سکتا اس کے ڈرائیور نیچے نہیں دیکھ سکتے۔ہلکی روشنی کے بلب کہیں کہیں لگے ہیں اس لئے سڑک پر اندھیرا ہے۔ ہر کار کی ہیڈلائٹ سے جو روشنی ہو رہی ہے اس کے سامنے دس میٹر تک دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کاریں چل رہی ہیں ہر چیز ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں غائب ہو رہی ہے۔ کاریں اندھیرے میں زیادہ سے زیادہ رفتار سے ایسے دوڑ رہی ہیں جیسے ریس کے گھوڑے آنکھوں پر کھوپے چڑھائے دوڑ رہے ہوں۔

''یوہنگ''

''آٹھ''

''تیرے پاس تو کم ہیں اور تمہارے پاس؟''۔

''یہی دے دو''۔

''لعنت ہو۔ میں نے ٹائنگ کی قیمت ضائع کر دی''۔

وہ ساؤ انگ اسٹیشن کے سامنے چوبیس گھنٹے کھلی رہنے والی دکان کے پاس ایک بوسیدہ سے شراب کھانے میں ہیں ۔ کے احتیاط سے دو کارڈ اٹھاتا ہے۔ چیری بلاسم اور لونگ کا پودہ یہ سات کیوٹ ہے۔ وہ جلدی جلدی دوسرے لوگوں کے تاثرات کا جائزہ لیتا ہے۔ ایک نے اپنا نوٹ دبالیا ہے باقی ایک ہزار وون کے نوٹ پھینک رہے ہیں۔

''میں آؤٹ ہو گیا''۔ اس کے پتے کمزور ہیں۔ دوسروں کی نظریں بدلتی ہیں۔ سیونگ

21

یو کے ڈرائیور کی آنکھیں چمک رہی ہیں۔اس کا ہاتھ اچھا ہو گا۔ لی دس ہزار وون کا نوٹ پھینکتا ہے۔جیونگ کی کا ڈرائیور بھی اس کی نقل کرتا ہے۔ لی اپنے پتے دکھاتا ہے۔ گایو۔ وہ جیت جاتا ہے۔ کے کہ پاس صرف پانچ کیوٹ ہیں۔اس نے سوچا ہو کہ لی بلف کر رہا ہے۔ لعنت ہو۔ میں اور میری بدقسمتی۔ میں اور کھیلوں گا۔مگر انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔

جب تک وہ واپس آئے گا اس وقت تک وہ وہاں نہیں ہوں گے۔ کے جانتا ہے اس لئے اس کی الفاظ صرف کہنے کے ہیں۔ جب ان کی باری آتی ہے وہ کچھ کہے بغیر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کسی افسوس کے بغیر اپنی ٹیکسی کی طرف چلے جاتے ہیں۔ کے چپکے سے اپنے سامنے پڑے نئے پتے اٹھاتا ہے۔وہ اپنی عارضی خوشی سے مطمئن ہے۔اس کے پاس لونگ کے ۔۔۔۔۔۔۔ والا پتہ ہے۔وہ چپکے سے اپنے انگوٹھے سے دوسرا کارڈ سرکا دیتا ہے۔ اسے کوئی نہیں دیکھتا۔ دوسرا لونگ کے پودے والا کارڈ۔ اس کے چار چار کارڈ کا جوڑا ہے۔وہ دوسروں سے نظریں بچانے کی کوشش کرتا ہے تا کہ کوئی اس کے چہرے کے تاثرات نہ دیکھ لے۔

صرف ایک ہاتھ جانتا ہے جس سے فیصلہ ہونا ہے۔اس کے بعد صرف دھوکہ ہی۔۔۔۔۔۔ ہے۔تمہارے پاس اچھے کارڈ ہیں تو اپنی خوشی ظاہر نہیں کرنے چاہیے۔ بلکہ اگر برے کارڈ ہوں تو مایوسی بھی ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔لیکن اس بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ ہر بار جب تمہارے کارڈ اچھے ہوں اور تم مایوسی ظاہر کرو تو تمہارے تاثرات کے باوجود کوئی تمہارا اعتبار نہیں کرے گا۔اصل بات یہ ہے کہ چہرے پر کوئی تاثرات ہی نہیں ہونا چاہیے۔

کیا یہ زندگی کی طرح نہیں ہے؟ کے سوچتا ہے۔شروع ہی سے میرے پتوں کا فیصلہ ہو چکا ہے۔میری زندگی کا پتے تین کیوٹ کی طرح بہکا رہی ہیں۔ یکے کی جوڑی کے سامنے تین کیوٹ کیا کرسکتے ہیں۔میرے سامنے تو دو ہی راستے ہیں، یا تو میری بلف چل جائے اور دوسرے کھلاڑی اپنے پتے پھینک دیں، یا پھر ان کے پتے ہی خراب ہوں۔میں تو یہی امید کرسکتا ہوں کہ کھیل جلدی ختم ہو جائے اور دوسرا ۔۔۔۔۔۔ بانٹا جائے۔لیکن تین کیری بھی کام آجاتے ہیں۔ میں آخر تک ایک لمحے میں ہی زندہ رہوں گا۔

کے چوکے کا جوڑی نیچے رکھتا ہے اور دوسروں کے شرط لگانے کا انتظار کرتا ہے۔شرط کی رقم دس ہزار وون تک پہنچ جاتی ہے۔وہ جیب سے بیس ہزار ووں نکالتا ہے جواس نے

اس شام سوون جاتے ہوئے جیتے تھے اور نوٹوں کی گڈی پر طواس دیتا ہے۔
''لعنت یو، میں وہ ساری رقم لگا رہا ہوں جو شام جیتی تھی۔ مجھے ایک اور شفٹ لگانا پڑے گی۔'' کے اس طرح کہتا ہے جیسے اسے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ دوسرے جھجکتے ہیں یہ ہوتا کھیل کی انتہا ہے۔ جب شرط کی رقم بڑھتی جاتی ہے اور جواری جھجکنے لگتے ہیں تو روزنہ کی تھکن اور بیزاری ختم ہو جاتی ہے۔ کے صرف اپنے دوستوں کے بارے میں سوچ رہا ہے۔
اس لمحے ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔
دو کھلاڑی کے کی نقل میں بیچ میں نوٹ پھینکتے ہیں کے اپنے پتے کھول کر دکھاتا ہے۔
اپنا ہاتھ شو کرتا ہے۔
''اوہو، یہ تو دو چوکے ہیں۔'' ان لوگوں کی نظریں کے کے چہرے کا جائزہ لیتی ہیں۔ وہ شرط ہی نہیں ہارے تھے بلکہ بیس ہزار وون فی کس بھی گنوا بیٹھے تھے۔ اب وہ اگلے ہاتھ کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ اسٹیلا کار، گوا چیون کی اندھیری سڑک پر دوڑی چلی جا رہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ ٹیکسیاں اڑتی ہیں۔ لیکن حرف تشبیہ نہیں ہے۔ ان کاروں کے پہیئے سڑک سے اوپر ہی اڑے جاتے ہیں، جب بھی ہوا تیز ہوتی ہیں۔ کار ہلنے لگی ہے۔ رات کے وقت جب سڑکیں خالی ہوتی ہیں تو گاڑی کی رفتار تیز کرتے ہوئے یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ کار کی رفتار تیز ہوتی ہے تو ارد گرد کھڑے پیڑوں کی شکل بھی بدلتی جاتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے ہوئے کار کے پیچھے رہ جاتے ہیں۔
میں کہاں ہوں؟۔ کے سر جھٹکتا ہے۔
اسپیڈ میٹر 180 کلومیٹر فی گھنٹہ دکھا رہا ہے۔ انجن کی ہوا کی آواز نے باقی تمام آوازوں کو نگل لیا ہے۔ k کے کان جھنجھنا رہے ہیں۔ رفتار کی سرگوشی اور k کی نظروں کا تیکھا پن حقیقت کو موہوم کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا آدمی منہ ہی منہ میں کچھ کہتا ہے۔ مگر kاس پر توجہ نہیں کرتا۔ اچانک وہ ایک ٹرک کو آہستہ آہستہ ڈھلان پر چڑھتے دیکھتا ہے۔ وہ جلدی سے لین بدل لیتا ہے۔ وہ ہوشیار ہو گیا ہے۔ اس کے اعصاب چاقو کے پھل کی طرح تیز ہو گئے ہیں۔ اس کا سر خالی ہے۔
سوون دروازے پر آخری سواری اتارنے کے بعد وہ ٹیلی فون بوتھ پر جاتا ہے۔ وہ فون کرتا ہے۔ کوئی نہیں اٹھاتا۔ سیون کہاں ہے؟۔ وہ سگریٹ سلگانے کی کوشش کرتا ہے مگر

لائیٹر کام نہیں کرتا ، شاید گیس ختم ہوگئی ہے۔ وہ دو تین بار اور کوشش کرتا ہے پھر لائیٹر اور سگریٹ دونوں کو پھینک دیتا ہے۔اس نے ٹیلی فون کے لئے ایک بار پھر کارڈ اندر ڈالتا ہے اور پھر بٹن دباتا ہے۔چند سیکنڈ کے انتظار میں وہ پریشان ہو جاتا ہے۔وہ ایک اور نمبر گھماتا ہے۔اس کا بھائی بھی جواب نہیں دیتا۔ وہ فون بوتھ سے باہر نکلتا ہے۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور سے لائیٹر مانگتاہے اور ہونٹوں میں سگریٹ دبا لیتا ہے۔کیا وہ اپنے بھائی سے ملنے گئی ہے؟۔ K کار میں بیٹھتا ہے اور سرنگ انڈر گراوٗنڈ اسٹیشن کی طرف کار بھگاتا ہے۔ریڈیو پر ہیونگ سیو میں شدید برف پڑنے کی خبر آ رہی ہے۔ اناوٗنسر کی آواز میں جوشیلا پن ہے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ تمام ٹریفک بند ہوگئی ہے۔کیا وہاں بھی سیول کے برابر برف پڑے گی؟۔

جوڈتھ وہاں پہنچی ہے تو سی پیزا کھا رہا ہے جو اس نے دوپہر کے کھانے کے لئے منگایا ہے۔

''بہت دن ہو گئے۔'' وہ کہتی ہے۔

''اچھا۔۔'' وہ یونہی کہتا ہے جیسے وہ اس کے بارے میں ۔۔۔۔۔۔۔ ہی نہیں رہا ہے۔

''میں کہیں جانا چاہتی ہوں۔تم کار میں لے جاوٗ گے؟''۔

''کہاں؟''۔

''جومن''۔

''کیوں؟''

''میرا ہنی مون ہے۔اور آج سالگرہ بھی ہے۔

''پھر آ جاوٗ''

''میں ابھی آئی''۔

اس طرح دونوں جانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ ہانگ پیانگ سے گزرتے ہیں تو برفباری شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ دو ٹائیروں پر زنجیر لگا کر چلتے ہیں۔مگر تھوڑی دیر بعد جب وہاں پہنچتے ہیں جہاں وہ اس وقت ہیں تو ٹھہر جاتے ہیں۔ وہ اور آگے نہیں جاتے۔

''تم جموض سے کب آئیں''۔سی پوچھتا ہے۔

''جموض؟''۔

''تم نے ہی کہا تھا کہ تمہارا ہنی مون ہے؟''۔

''یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ میں کہیں بھی جانا چاہتی تھی''۔ جوڈتھ نے اعتنائی سے جواب دیتی ہے اور سیٹی بجانے لگتی ہے۔سی کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آتا۔ وہ وھیل پر سے ہاتھ اٹھاتا ہے اور پیچھے کو سیٹ پر ٹیک لگا لیتا ہے۔سفر کا مقصد فوت ہو گیا ہے۔

''اچھا؟ تو آج تمہاری سالگرہ بھی نہیں ہے؟''۔

''نہیں''۔

''ہوں۔اچھا مذاق ہے۔ سچ انسانوں کو پریشان کر دیتا ہے کہ جھوٹ سے لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔کیا خیال ہے؟''۔

''اگر میں جھوٹ نہ بولتی تو تم میرے ساتھ آجاتے؟''۔

وہ صیح کہہ رہی تھی۔ کبھی کبھی سی چاہتا تھا کہ ہر چیز اور ہر کام کی وجہ ہونا چاہیے۔ جیسے تم سوچتے ہو وہ دوست جو تمہارے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا ہے ایک دم پلٹ کر گر جائے۔ یہ سوچنا کتنی بے ہودہ سہ بات ہے کہ وہ دوست دل کے دورے سے مر جائے۔اس کے جنازے میں آئیں۔ اس کی قبر پر تین مٹھی مٹی ڈالیں اور کار میں بیٹھ کر واپس چلے جائیں۔ تم کسی طرح بھی مروا دینا اس طرح رہے گا جیسے یہ جگہ جہاں وہ پھنس گئے ہیں۔ برف برابر پڑ رہی ہے۔ اتنی کہ اب غصہ آنے لگا ہے۔ جیسے گھنٹوں سے ایک ہی سکریں دیکھے چلے جا رہے ہوں۔ جیسے کلر ٹی وی تو تھوڑی دیر کچھ نظر نہیں آتا۔سی اندھیرے سے بیزار ہوتا ہے۔وہ وائپر کھولتا ہے، بڑی مشکل سے برف کی تہہ ونڈ واسکرین سے ہٹنا شروع ہوتی ہے۔وہ اندر کی لائٹ کھولتا ہے کار میں ہلکی سی روشنی ہو جاتی ہے۔جوڈتھ اپنی سیٹ پر لیٹی ہوئی ہے۔اس کا اسکرٹ اوپر اٹھا ہے اور اس کا بازو کھلا ہوا ہے۔ وہ اس کی طرح دیکھتا ہے تو وہ مشینی انداز میں کہتی ہے۔

''اب تم کیا کرو گے؟''۔

''میں تھک گیا ہوں''۔

''تم کرو تو مجھے بتا دینا'' وہ پھر آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ وہ لائٹ بند کر دیتا ہے۔اسے پیاس لگ رہی ہے۔ وہ ڈیش بورڈ سے لالی پاپ نکالتا ہے اور منہ میں رکھتا ہے تو منہ میں

لعاب بھر جاتا ہے اور پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ جوڈتھ بھی لالی پاپ لیتی ہے۔جب وہ سگریٹ نہیں پی رہی ہوتی تو لالی پاپ چوستی ہے۔ وہ کسی وقت بھی لالی پاپ منہ سے نہیں نکالتی۔سی ڈرتا ہے کہ جوڈتھ کی لالی پاپ کہیں اس کی آنکھ میں نہ لگ جائے۔ بلکہ ایک بار ایسا ہو بھی گیا تھا۔

اس دن جب K جوڈتھ کو گھر لایا تھا اس دن سی صبح کو بہت دیر سے جاگا تھا۔اس کا سر بھاری تھا اور اسے بھوک بھی نہیں تھی کیونکہ وہ کئی راتوں کا جاگا ہوا تھا۔ زیادہ تھکن کی وجہ سے وہ بے چین ہو رہا تھا مگر ہوشیار بھی تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے اپنے بھائی کو اس عورت کے ساتھ مصروف دیکھا تھا۔لیکن اس کا دماغ ایسا ماؤف سا تھا کہ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے کچھ دیکھا بھی تھا کہ نہیں۔اس نے سچ مچ کچھ دیکھا تھا یا وڈیو میں کچھ دیکھا تھا۔

سی نے کافی بنائی ، کافی کی خوشبو پھیلی تو کمرے کا دروازہ کھلا اور جوڈتھ باہر آ گئی۔

''میں بھی کافی پی سکتی ہوں؟''۔

سی نے کپ میں کافی ڈالی اور اسے دی۔جوڈتھ کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے کا میک اپ بھی خراب ہو راہا تھا۔لگتا تھا وہ ابھی سو کر اٹھی ہے۔ وہ جین اور کھلی کھلی ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ ٹی شرٹ پر ایک امریکی یونیورسٹی کا نام چھپا ہوا تھا۔اس حالت میں وہ بہت کم عمر لگ رہی تھی۔

''کل میں نے تمہیں حیران کیا تھا نا؟''۔'' جوڈتھ نے کہا اور کھوکھلا سا قہقہہ لگایا۔ میں نے تمہارے بارے میں بہت سنا ہے''۔

''کے کہاں ہے؟''۔سی نے گیسٹ روم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

''وہ کام پہ گیا ہے''۔

''تم جانتے نہیں وہ بلٹ ہے''

''بُلٹ ؟''

''بُلٹ ٹیکسی ڈرائیور۔'' جوڈتھ نے انگلیوں سے پستول بنایا اور سی کو نشانہ بنایا۔سی نے پیچھے کو چھلانگ لگائی۔ اس کی نظروں م،یں وہ منظر آ گیا جب وہ ننگی پڑی تھی۔ اسے اپنے بھائی کی محبوبہ اچھی لگی تھی۔اس کی شکل تاریخی جوڈتھ سے ملتی تھی۔لیکن اس خیال کے لئے

اس نے اپنی تھکن کو ذمہ دار قرار نہیں دیا۔ جوڈتھ نے کافی ختم کی، جیب سے چوسنے لالی پاپ نکالا اور منہ میں رکھ لیا۔ تھوڑی دیر وہ لالی پاپ چوسنے میں ہی مگن رہی۔ سی کبھی ایسی لڑکی سے نہیں ملا تھا جو لالی پاپ کی اتنی دیوانی ہو۔ لالی پاپ یا چیونگ گم کھانے کے لئے سوچنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس اسے منہ میں رکھو اور منہ ہلاتے ہو۔ اس نے سوچا کہ وہ ایسی عورت کی تصویر دیکھنا چاہتا ہے۔ جو چیونگ گم چبا رہی ہو۔ بالکل اس کی طرح، اس کی توجہ صبح کے اخبار سے اس کی طرف مبذول ہوگئی۔ وہ چوسے جا رہی تھی۔ پھر اس نے ہاتھ اوپر اٹھائے دونوں پاؤں کافی ٹیبل پر رکھے اور پیچھے صوفے پر پیٹھ لگا کر الٹی ہوتی چلی گئی۔ اس کا منہ اسی طرح چل رہا تھا۔

''یہ کھیل ہے''۔ جوڈتھ خاموشی توڑتے ہوئے کہتی ہے۔ ونڈ واسکرین پر پھر برف جم گئی ہے اور کار کے اندر گھپ اندھیرا ہو گیا ہے۔''یاد ہے جب میں تمہارے ہاں پہلی بار سوئی تھی تو میرے منہ میں لالی پاپ تھا اور تم غور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اس وقت میں نے سوچا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ایک کھیل کھیلوں اور دیکھوں کہ لالی پاپ سے پہلے میں تمہیں جیت لوں گی یا بعد میں۔ شرط یہ تھی کہ اگر لالی پاپ ختم ہونے سے پہلے تم میرے پاس آگئے تو میں تمہاری ہو جاؤں گی۔ اور اگر بعد میں آئے تو میں K کے پاس چلی جاؤں گی۔ ہے نا مزے کی بات؟''

وہ کار کا دروازے کا شیشہ اتارتی ہے۔ ٹھنڈی ہوا اور برف کا جھونکا ایک دم اندر آتا ہے۔ ہاتھ بڑھا کر کار کی چھت پر سے مٹھی بھر برف اٹھاتی ہے اور شیشہ چڑھا دیتی ہے۔ وہ لائٹ کھول دیتی ہے۔

''کوئی مزے کا کام کرنا چاہیے۔'' وہ کہتی ہے اور برف کا گولا بناتی ہے۔ وہ ٹانگیں کھولتی ہے اور برف کا گولا گود میں رکھ لیتی ہے۔ وہ مسلسل لالی پاپ چوس رہی ہے۔ وہ جھر جھری لیتی ہے۔ برف اس کے جسم کو چھو رہی ہے۔

پٹرول کی سوئی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پٹرول کم رہ گیا ہے۔ پٹرول ختم ہو گیا ہے تو وہ سردی سے جم جائیں گے۔ سی نے ہیٹر بند کر دیا۔ برف پڑنا ختم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بہت زیادہ پڑ رہی تھی۔ جیسے فلموں میں نقلی برف گرائی جاتی ہے۔ جوڈتھ اپنا میک اپ ٹھیک کر رہی تھی۔ وہ پیچھے دیکھنے والے شیشے میں اپنا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''تمیں میک اپ کی فکر کیوں ہو رہی ہے؟''۔

''کرنے کو اور ہے ہی کیا؟''

''پٹرول ختم ہو رہا ہے''

''تو کیا ہم یہاں بیٹھے بیٹھے مر جائیں گے؟''۔ وہ اپنی بھنوؤں پر پنسل لگاتے ہوئے پوچھتی ہے۔ وہ سنجیدہ نظر آ رہی ہے۔ شاید بھنوؤں پر لگائی جانے والی پنسل سے مطمئن نہیں ہے۔

''یہ ہو سکتا ہے؟''

''ہوں۔۔۔'' ہم برف میں دم گھٹ کے مر جائیں گے''۔

''یہ بھی تو سکتا ہے کہ ہم باہر نکلیں اور دیکھیں کی شاید ادھر ادھر کوئی گاؤں ہو۔'' اگر ہم سڑک پر چلیں تو کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا۔''

''میں نہیں جاؤں گی'' وہ بھنوئیں ٹھیک کر چکی ہے اور اب ہونٹوں پ رتوجہ کر رہی ہے۔

''کیوں نہیں جاؤ گی؟''

''باہر بہت سردی ہے''۔

''پٹرول ختم ہو گیا تو یہاں بھی خوب سردی ہو جائے گی اور پھر تمہیں بھوک نہیں لگ رہی ہے؟''۔

''لگ تو رہی ہے مگر میں انتظار کر سکتی ہوں۔''

وہ میک اپ سے فارغ ہو گئی ہے اور اب اس میں سے سیب کی خوشبو آ رہی ہے۔اس کی ماں کی میت کو جب تدفین کے لئے تیار کیا گیا تھا تو اس میں سے بھی سیب کی خوشبو آ رہی تھی۔ سیب سڑنے لگتا ہے تو اس میں سے بہت تیز بدبو آتی ہے۔ ریڈیو پر کوئی ڈانس میوزک گروپ خاتون ڈی جے سے مذاق کر رہا ہے۔ سب قہقہے لگا رہے ہیں۔ خاتون ڈی جے موسم کی باتیں کر رہی ہے۔ وہ کہہ رہی ہے ''سنا ہے یونگ ڈرنگ اور یونگ سیونگ سیو میں زبردست برف باری ہو رہی ہے۔آپ کا اس کی رنگ کرنے کا ارادہ تو نہیں ہے؟''

''وقت نکالنا بہت مشکل ہے۔ ہم بہت مصروف ہیں۔ ہم سب اسکی رنگ کرنا چاہتے ہیں مگر وقت ہی نہیں ہے۔''

''اوہ۔ یہ تو بہت ہی بری بات ہے۔'' ڈی جے بہت جوش میں ہے۔''اچھا تو چلو۔

ایک گانا سن لو۔ اس کے بعد ہم باتیں کریں گے۔'' اب ہنسی مذاق کے ساتھ گانا شروع ہو جاتا ہے۔ دھن تو اچھی ہے مگر ٹھنڈی ہے کوئی پہلی محبت کی بات ہو رہی ہے۔

''تمہیں اپنا پہلا مرد یاد ہے؟''۔ سی اسٹیئرنگ وھیل پر جھکتے ہوئے سوال کرتا ہے۔

''نہیں ۔ وہ دو میں سے ایک تھا۔ اب مجھے یاد نہیں وہ کون تھا۔ میں سولہ سال کی تھی اور ہم تینوں ایک مہینے ایک ساتھ رہے تھے۔ میں دونوں کے ساتھ سوئی تھی۔ مگر یہ یاد نہیں کہ پہلا کون تھا۔ یہ میری عادت ہے۔ جب وقت گزر جائے تو مجھے کچھ یاد نہیں رہتا۔ مجھے فلموں کی کہانیاں یاد نہیں رہتیں۔ میں ویڈیو بہت دیکھتی ہوں مگر کسی کا نام یاد نہیں رہتا۔ میرا خیال ہے یاد رکھنے کے قابل کوئی بات ہی نہیں ہوتی۔ مگر کبھی کبھی خطرناک باتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ جیسے قطب شمالی کی ہم پا اینیمل کنگڈم۔ مجھے ڈرامے اور ناول اچھے نہیں لگتے۔ میں بڑے شوق سے کنگڈم اینمل دیکھتی ہوں۔ جانتے ہو ہمیشہ شیرنی شکار کرتی ہے۔ مگر شیر پہلے کھاتا ہے۔ میرے خاندان میں بھی میری ماں ہی کمائی کرتی تھیں کیونکہ میرے باپ ہمیشہ ہار جاتے تھے۔ ایک دن وہ شراب خانے کی لڑکی کے ساتھ سو رہےتھے تو میری ماں نے ان کے ساتھ پر ایش ٹرے مار دی تھی۔ مگر اب تو مجھے ان دونوں کے چہرے بھی یاد نہیں۔''

''تم گھر سے کیوں بھاگیں؟''۔

''اسکول میں میرے استاد نے پوچھا کہ تمہاری کتابیں کہاں ہیں؟ میں نے کہا میرے باپ نے پھاڑ دیں۔ اس نے پوچھا کیوں پھاڑیں؟ میں نے کہا جب بھی وہ شراب پیتا ہے تو کتابیں پھاڑ دیتا ہے۔ استاد نے کہا تم جھوٹ بول رہی ہو۔ میں نے شور مچادیا کہ میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ اس نے مجھے مارا۔ اس کے بعد میں اسکول ہی نہیں گئی۔ استاد نے کئی بار میرے گھر سے معلوم کیا کہ میں اسکول کیوں نہیں آ رہی ہوں۔ اس پر میری ماں نے مجھے خوب مارا۔ بس میں گھر سے بھاگ آئی۔ میرے عیش ہیں کوئی مجھے پریشان نہیں کرتا۔ میں لڑکوں کے ساتھ رہتی ہوں۔ خوب پیتی پلاتی ہوں اور عیش کرتی ہوں۔

''تمہیں ماں یاد نہیں آتیں؟''۔

''تم بھی دوسروں کی طرح ہی ہو۔ ایسے سوال کرتے ہو۔ تم نہیں جانتے ایسی باتیں نہ پوچھو۔ ایسے سوال کرنے والے مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے۔ جو لوگ ایسے سوال کرتے ہیں وہ خود بہت کچھ چھپا رہے ہوتے ہیں۔ اپنے بارے میں کچھ بتانے کی بجائے وہ دوسروں کے

بارے میں باتیں کرتے ہیں۔دوسروں کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔“

ریڈیو خبر دے رہا ہے کہ برف باری بند ہونے سے پہلے تیس سینٹی میٹر تک برف پڑ جائے گی۔

جب تک وہ یاوانگ اسٹیشن تک پہنچا اس وقت تک برف باری تیز ہو چکی تھی۔ کے ایک طرف کار کھڑی کرتا ہے اور دوڑ کر ایک بار میں گھس جاتا ہے۔ یہ بار سڑک کے کنارے عارضی طور پر بنائی گئی ہے۔

”ایک بوتل سوجو کی اور ابلا ہوا جھینگا۔“ کے آرڈر کرتا ہے۔

جھینگا پلیٹ میں رکھا ہے۔ اسے سیدھا کاٹا گیا ہے۔کے کو وہ دن یاد آتا ہے جب وہ سے یوں کے ساتھ جموجن گیا تھا۔ سورج نکلنے سے پہلے جھینگوں سے بھری ہوئی کشتیاں ساحل پر لگی ہوئی ہیں۔ جال میں بھرے ہوئے جھینگے ساحل پر پھینکے جاتے ہیں۔ ان میں جھینگے کلبلا رہے ہوتے ہیں۔میں نے اور سے یوں نے سوچا ہی تھا اور ادھر پکے جھینگے لگائے تھے۔وہ ساحل سے بہت مانوس نظر آتی تھی۔اس نے پوچھا تم جموجن کی رہنے والی ہو؟۔اس نے جواب دیا۔ اس سے سی کے لوشن کی خوشبو آ رہی تھی۔اس نے پوچھا کہ کیا تم میرے بھائی کے ساتھ سو چکی ہو۔ اس نے سر ہلا دیا۔سی کے لوشن کی خوشبو سمندر کی بو کے ساتھ مل گئی تھی۔ اسے الٹی آنے لگی۔

بار میں کھڑی گاہک نہیں ہے۔ چاید اس کی وجہ برف باری ہو۔اس نے دو گھونٹ پیئے ۔ پھر جھینگے کا ایک لقمہ لیا۔جس بار میں وہ سے یون سے پہلی بار ملا تھا اور اس کے قریب ہی ہے۔وہ اور دوسرے ڈرائیور وہاں ”کاروکی“ کے لئے جاتے تھے۔ پانچ آدمی اندر آئے اور بیئر کا آرڈر دیا۔ سے یون نے ان کے لئے پھل چھیلے۔ اس نے غلط طریقے سے سیب چھیلا۔ آنکھوں پر گہرے عنابی شیڈو کے باوجود کم عمر لگ رہی تھی۔ وہ ایک بار بھی نہیں ہنسی۔ڈرائیور ناراض ہوئے۔اور اسے برا بھلا کہا۔ بار میں کام کرنے والی لڑکی کو ہنسنا تو چاہیے۔کاروکی بار کا مالک بھی ادھر آیا اور اس نے بھی لڑکی کو ڈانٹا۔ وہ اسے باہر لے گیا۔ باہر سے تھپڑ مارنے کی آواز آئی۔تھوڑی دیر بعد وہ اندر آی تو اس کی ہنس رک ہی نہیں رہی تھی۔وہ معمولی سے مذاق پر بھی قہقہے لگا رہی تھی۔کسی نے ٹیکسی کے مالکوں کے بارے میں کچھ کہا تو اس نے قہقہہ لگا دیا۔کسی نے کہ نٹ بال سٹیج کے ورلڈ کپ میں جانے کی بات کی وہ

قہقہے لگانے لگی۔ڈرائیوراس پر بھی ناراض ہو گئے۔انہوں نے پھر سے برا بھلا کہا۔ یہاں تک انہوں نے اسے پاگل کتیا تک کہہ ڈالا۔اسے پھر گھسیٹ کر باہر لے جایا گیا۔

تمام ڈرائیور چلے گئے کے دوبارہ وہاں گیا۔ پیسے دیئے اور اسے اپنے ساتھ لے آیا۔آج میری رہو۔ سے یون نے کہا۔انہوں نے شراب پی اور ساڈرنگ اسٹیشن کے قریب ایک ہوٹل میں جا کر سو گئے۔

''پہلے تم ہنس کیوں نہیں رہی تھی؟''۔

''ہنسی کی کوئی بات ہی نہیں تھی''۔

''بعد میں کیوں قہقہے لگائے؟''۔

''کیونکہ اس وقت سب ہنسی مذاق کی باتیں ہی تھیں''

وہ جب بھی اسے کے پاس جاتا وہ کہتی آج میں سالگرہ ہے۔اس لئے وہ خوب شراب پیتے اور ایک ساتھ سو جاتے۔

اس دن بھی صبح ہی صبح اس نے کہا آج میرا سالگرہ ہے۔ کے کام پر جانے سے پہلے اس کے ساتھ سویا۔ وہ جب بھی کہتی میری سالگرہ ہے تو اسے بہت اچھی لگتی۔

''میرے پاس چپا چپا چیونگ گم اور نہیں ہے۔یہ آخری ہے۔'' اس نے چیونگ گم چباتے ہوئے کہا۔

''کام سے فارغ ہو کر تمہیں اور لا دوں گا۔'' کے نے کہا۔

بار میں کے چیونگ گم کے ڈبے سے کھیلتا رہا۔ پھر اس نے اور چیونگ گم نکالی اور منہ میں رکھ لی۔

مگر وہ اس وقت کہاں ہے؟۔سی کے ہاتھ تو نہیں چلی گئی۔سی ہر چیز لے جاتا ہے۔ کے اس کا عادی ہو چکا ہے۔ کچھ لوگ ایسے چیزیں لے جاتے ہیں جیسے ان کا حق ہو۔وہ جب بھی اپنے بڑے بھائی کے بارے میں سوچتا ہے اسے یہی یاد آتا ہے کہ وہ کے کی ہر چیز چرا لیتا ہے۔ جب وہ بہت چھوٹا تھا۔ ابھی اسکول جانا بھی شروع نہیں کیا تھا تو اس کے پاس ایک کتے کا پلا تھا۔وہ پلا تھا تو کے کا مگر عہ ہمیشہ سی کی گود میں رہتا تھا۔ کے بہت کوشش کرتا اسے اپنے پاس بلانے کی مگر وہ بھاگ کر اس کے بھائی کے پاس ہی چلا جاتا تھا۔آج بھی کے پریشان ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

31

گرمیوں میں ایک دن وہ کتے کا پلا غائب ہو گیا۔ برسات ختم ہوئی تو وہ پہاڑی سے آنے والے پرنالے کے منہ میں پایا گیا۔ اس کے بڑوں نے بتایا کہ وہ گندے پانی کے پرنالے میں گھس گیا ہوگا اور پھر وہاں سے باہر نہیں نکل سکا۔ کتے کا وہ بچہ اسی پرنالے میں پڑا سڑتا رہا۔ کسی نے اسے باہر نکالنے کی کوشش نہ کی۔ کے کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس رات سی نے کھانا کیسے کھایا۔ کے سے تو اس رات کھانا کھایا ہی نہیں گیا۔

ان کے باپ فوج میں تھے اس لئے وہ فوجی چھاؤنی کے علاقے میں ہی رہے۔ اب وہ سی سے محبت کرتا یا نفرت بہر حال وہ اس کا بھائی تھا۔ اسے اس کی قیمت ادا کرنا پڑی۔ جب وہ چینی شطرنج یا کوئی اور کھیل کھیلتے تو سی ہمیشہ شرط لگاتا۔ اگر کے جیت بھی جاتا تو بھی جیت سی کی ہی ہوتی۔ جو لوگ ہمیشہ آگے ہی رہتے ہیں وہ کسی اور ہی مٹی کے بنے ہوتے ہیں۔ کے کو اس کے رشتے کے بھائی نے جو غیر ملکی ڈاک کے تکٹ دیئے وہ بھی جلدی ہی سی کے قبضے میں چلے گئے۔ کے کو جرمنی کے ڈاک کے وہ ٹکٹ یاد ہیں جن پر کار کی تصویر چھپی تہوئی تھی۔ کے وہ ٹکٹ ایک بار پھر دیکھنا چاہتا ہے۔ اور پھر تتلیاں، سی کی تتلیاں جو راکھ بن گئیں۔

ایک دن سے یون نے یہ باتیں سنی تو کہنے لگی ''تم دونوں تو خوب لڑتے ہو گے؟''۔

''نہیں، مڈل اسکول میں داخلے تک میں کبھی سی سے نہیں لڑا۔''

''کیوں؟''۔

''میرے باپ اسکول میں کم نمبر لینے، سگریٹ پینے یا اسکول سے بھاگنے پر مجھے مارتے تھے تو ہمیشہ سی مجھے بچاتا تھا۔ وہ باپ کے غصہ ٹھنڈا کرتا اور مجھے پیار سے سمجھاتا۔ ہر بار جب سی مجھے سمجھاتا تو میں سوچتا کہ ایک وہی ہے جو مجھے اچھا سمجھتا ہے۔ پھر جب میں گھر چھوڑا تو مجھے سی ہی سب سے زیادہ یاد آیا۔ آج بھی میں اس کے متعلق سوچتا ہوں تو مجھیایک کمی سی محسوس ہوتی ہے۔ تم اس سے ہوشیار رہنا''۔

سے یون ہنس پڑی۔'' بیوقوف ، وہ بہت ہی خطرناک ہیں۔ اس بار میں آنے والوں میں مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔ مگر میں کسی مصیبت میں ہوتی ہوں تو وہی میری مدد کرتے ہیں۔ میں تھک جاتی ہوں تو وہ مجھے اپنی بانہوں میں لے لیتے ہیں۔ میں روتی ہوں تو وہ میرے آنسو پونچھتے ہیں۔ مگر وہ میرے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں تو میں لالی پاپ چوستی ہوں تو

ناراض ہوتے ہیں۔ وہ ہوٹل کا کرایہ دیئے بغیر وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سچ کوسو کر اٹھتے ہیں تو کہتے ہیں ان کے پاس ٹیکسی کا کرایہ بھی نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب میرے بالکل پیسے نہیں ہوتے تو بھی غنڈے بدمعاش کھانا کھلاتے ہیں۔ویسے وہ میرے بال پکڑ کر مجھے گھسیٹتے ہیں اور مجھے مارتے ہیں۔

مگر یہ سچی بات ہے کہ کے پانچ سال پہلے جب گھر سے بھاگا تھاتو اسے اپنے بھائی کی بہت یاد آتا تھا۔ہاں، جب اس نے موٹر مرمت کا کام شروع کیاتو سی کی یاد بھی کم ہوگئی۔ وہ گیراج کے ساتھ ہی ایک کمرے میں رہنے لگا۔ کمرے کی دیوار پر عبور گھینی کا بہت بڑا پوسٹر لگا ہوا تھا۔ دن کے وقت اس کا سارا جسم گریس میں لتھڑا ہوتا تھا۔ وہ کاروں کا تیل بدلتا تھا۔مگر وہ اپنی راتیں خواب دیکھنے میں گزارتا تھا۔وہ موٹر کاورں کے بارے میں ان رسالوں کے ورق گردانی کرتا رہتا تھا جو گیراج میں مفت تقسیم کئے جاتے تھے۔اس نے مرسیڈیز500 کے متعلق تمام ضروری معلومات یاد کر لی تھیں۔وہ اپنے گاہکوں کی کاروں سے نفرت کرتا تھا۔وہ ان گاہکوں پ رہنستا تھا جن کی کاروں کی رفتار180 کلومیٹر فی گھنٹہ سے زیادہ نہیں چلتی تھی اور جو ذرا ذراسی خرابی پر پریشان ہو جاتے تھے۔

ایک دن اس نے پورشے کار دیکھی۔ ایک آدمی اس کار سے اترا۔ اینٹی فرزنز خریدی اور چلا گیا۔وہ تیس پینتیس سال کا ہو گا۔ وہ کیسے پورسے جیسی قیمتی کار چلاتا ہے اور اس کے چہرے پر بیماری کے تاثرات ہیں؟ کے کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس آدمی نے کار کے ٹینک میں اینٹی فریز ڈالا اور کار اسٹارٹ کی تو اس کے انجن سے جو زور کی آواز نکلی وہ دوسری کاروں کے انجن سے مختلف تھی۔ کے نے ایسی آواز پہلے نہیں سنی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ کسی کوقتل کرنے کی خواہش اس کے اندر جاگی ہے۔یہ خواہش اتنی شدید تھی کہ وہ خود بھی حیران رہ گیا۔ اس نے غصے میں عبور گھینی کا پوسٹر پرزے پرزے کر دیااور رونے لگا۔

کے موجو کی دوسری بوتل پی رہا ہے۔ اس نے ابھی تک کیکڑے کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ بار مین صرف دو بوڑھے آدمی شراب پی رہے ہیں۔وہ ڈوک اسلیٹ کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔وہ آدمی جس کا سر گنجا ہو رہا ہے کہہ رہا ہے کہ جاپان میں بمباری کر دینا چاہیے۔ دوسرا کہہ رہا ہے کہ اس کو جلدی کرنا چاہیے اور ایٹمی ہتھیار بنانا چاہئیں۔ برفباری

بند ہو جاتی ہے۔ کے ایک اور چیونگ گم جیب سے نکالتا ہے اور منہ میں ڈال لیتا ہے۔ اب اسے ایک کے دو دو نظر آنے لگے ہیں۔ بار کا مال بھی دو نظر آ رہا ہے۔

شاید اس کی آنکھوں کی پتلیاں دائیں بائیں ہو گئی ہیں۔ اسے دنیا ٹیڑھی ٹیڑھی دکھائی دے رہی ہے۔

''ایک کے دو دو دیکھنے سے پریشان نہیں ہوا؟ سے یون پوچھتا ہے۔ وہ اس کی گھومتی ہوئی آنکھیں دیکھ رہی ہے۔

''جب ہی سکون سے ہوتا ہوں تو میری آنکھوں کے عضلات بھی پرسکون ہوتے ہیں اس لئے آنکھوں کی پتلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔ مگر اس سے مجھے پریشانی نہیں ہوتی۔ بس میں بہت سی چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر توجہ کرتا ہوں اور اسی کو نظروں میں رکھتا ہوں۔

سے یوں نے سر ہلایا جیسے اسے کے کی باتوں کا یقین نہیں آ رہا ہے۔

میرے خاندان کے سوا کسی اور کو یہ بات معلوم نہیں ہے۔ جب میں دوسرون کے ساتھ ہوتا ہوں تو یہ خیال رکھتا ہوں کہ ایسا نہو۔ کے وضاحت کرتا ہے۔

''اس سے تم تھک نہیں جاتے؟''۔

''زندگی خود ہی تھکا دینے والی ہے۔ بہر حال میری عادت بن گئی ہے''۔

''اگر تم دوسروں کو یہ بات نہیں بتاتے تو مجھے کیوں بتا رہے ہو؟''۔

''تمہارے چپا چپا چیونگ گم کی وجہ سے''۔

کے آنکھیں بند کرتا ہے اور باقی بچی ہوئی موجو چڑھا جاتا ہے۔ وہ بل ادا کرتا ہے اور ٹیلی فون بوتھ میں چلا جاتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ڈائل کرتا ہے۔ کوئی جواب نہیں ملتا۔ نہ سے یون اور نہ ہی سی۔ کوئی بھی فون نہیں اٹھاتا۔ دنیا پھر ایک کی دو نظر آنے لگتی ہے۔ وہ جیب سے چپا چپا نکالتا ہے اور منہ میں ڈالتا ہے پھر بوتھ کے باہر تھوک دیتا ہے۔ وہ اپنی کار کے پاس جات اہے اور ڈرائیور والی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ انجن اسٹارٹ کرتا ہے اور ریڈیو کھولتا ہے۔ ریڈیو پر موسم کی خبریں آ رہی ہیں۔ یونگ ڈرنگ اور یونگ سیو میں شدید برف باری کی وجہ سے پہاڑی گاؤں باقی دنیا سے کٹ گئے ہیں۔ اور تائے بائیک اور یونگ گانگ ریلوے لائن بند ہو گئی ہے۔ ان لوگوں کے نام بتا رہا تھا جو برفباری میں کھو گئے ہیں۔ کئی مقام پر بجلی اور ٹیلی فون بھی غائب ہو گئے ہیں اور اسکول بھی بند ہو گئے ہیں۔ کے پہلے گیئر

تبدیل کرتا ہے اور کار اسٹارٹ کرتا ہے۔کار آگے بڑھنے لگتی کی کوشش کرتی ہے تو اسے برف میں ٹائر ایک ہی جگہ گھومنے لگتے کی آواز آتی ہے۔

''پٹرول ختم ہو رہا ہے''۔سی کہتا ہے۔

''قطب شمالی جانا چاہتی ہوں۔ کہتے ہیں وہاں برف ہی برف ہے۔چاروں طرف سفیدی ہی سفیدی ہے۔ برفانی ریچھ گھوم رہے ہیں اور تیس میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے برفانی ہوا چل رہی ہے۔گرمیوں میں وہاں آنکھیں چندھیانے والی چمک ہوتی ہے اور قطب شمالی سمندر میں تیر رہا ہے۔یہ مزیدار نہیں ہے؟۔اور کبھی کبھی برف میں شگاف پڑ جاتے ہیں اور بڑے بڑے ٹکڑے ڈوب جاتے ہیں۔

''میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ ہم پھنس گئے ہیں''۔سی کہتا ہے۔''اسی طرح برف پڑتی رہے گی اور تمام سڑکیں بند ہو جائیں گی۔ اگر تمہیں زندہ رہنا ہے ابھی یہاں سے چل دینا چاہیے''۔

''میرا خیال ہے تمام مردوں کو اگر ایک جگہ رہنا پڑ جائے تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔میرا مطلب ہے اگر شراب بھی پیتے رہیں تو ایک بار سے دوسری بار جاتے رہتے ہیں۔ باہر جانا کیا ضروری ہے ؟۔ مجھے تو یہاں اچھا لگ رہا ہے۔ کتنا آرام دہ ہے جیسے قبر کے اندر۔تم کبھی کسی تابوت میں لیٹے ہو۔ میں مڈل اسکول میں تھی تو ہم سب چرچ گئے تھے۔ ہم سے کہا گیا تھا کہ ایک ایک کر کے تابوت میں لیٹو اور پھر بتاؤ کے تمہیں کیسا لگا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہمیں پہلے ہی موت کے تجربے سے گزارنا چاہتے تھے تا کہ یسوع مسیح پر ہمارا عقیدہ پکا ہو جائے۔تم سوچو، میں نے تابوت سے نکلنے کے بعد کیا کہا ہوگا؟۔ میں کہا وہ بہت ہی آرام دہ تھا۔ اور سچ مچ وہ اتنا آرام دہ تھا کہ میرا وہاں سے نکلنے کو جی ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ایک نن نے مجھ سے پوچھا کیا تم جہنم میں جانے دے ڈرتی ہو؟۔میرا خیال ہے جہنم جیسی کوئی جگہ نہیں ہے۔مگر میں قطب شمالی جانا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہاں رہ جاؤں۔قطب شمالی تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بھی نہیں ہوتا''۔

''قطب شمالی کوئی نہیں ہے ۔تم نے ہی تو کہا تھا کہ وہ سب برف کا پہاڑ ہے۔ اور وہ سمندر میں تیرتا رہتا ہے۔اگر کوئی بھی وہاں تک نہیں پہنچا ہے تو تم کیسے جاؤ گی''۔

انجن بند ہو گیا ہے۔کار کی لائٹ بھی بند ہو گئیں ہیں۔ ریڈیو کی روشنی بھی غائب ہو گئی

ہے۔صرف چور پکڑنے والی سرخ روشنی چمک رہی ہے۔بلیک آؤٹ کے مشق کی طرح ہر طرف گھپ اندھیرا چھا گیا ہے۔ چاروں طرف گھنی خاموشی ہے۔ سردی دیمک کی فوج کی طرح ان کی طرف سرکتی چلی آ رہی ہے۔

''باہر نکلو''۔سی کہتا ہے۔

''ابھی نہیں''۔

''پھر کب؟''۔

''میں تھڑی دیر اور ٹھہرنا چاہتی ہوں۔سنو تم پیار کرنا چاہتے ہو؟

وہ کپڑوں کی سرسراہٹ سنتا ہے۔ پھر اس سے لپٹ جاتا ہے۔ ریڈیو کی روشنی بند ہو گئی ہے مگر ریڈیو چل رہا ہے۔

کوئز شو ہو رہا ہے۔ پہلا کالر کہتا ہے۔ اس سوال کا جواب ہے۔ انٹیو بند میراز۔ دی جے خور گر کہتا ہے۔ جواب غلط ہے۔ پھر بھی وہ کہتا ہے تمہیں اسٹور کا سرٹیفیکیٹ مل جائے گا۔ جواب دینے والا خوش ہو جاتا ہے۔ دوسرا کالر جواب دیتا ہے۔ لینا ردو دی کیپریو۔ڈی جے چیختا ہے جواب صیح ہے۔ جیتنے والا کہتا ہے وہ اپنی بہن کو شادی کا تحفہ دینا چاہتا ہے۔

''تم کسی کو قتل نہیں کر سکتے۔'' جوڈتھ کہتی ہے۔'' دنیا میں دو قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو قتل کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو قتل نہیں کرتے سکتے۔دوسری قسم کے لوگ بہت بہتر ہوتے ہیں۔ کے بھی ایسا ہی ہے۔ دیکھنے میں تم دونوں مختلف لگتے ہو۔مگر اندر سے ایک ہی ہو۔ جو لوگ قتل نہیں کر سکتے وہ سچی محبت بھی نہیں کر سکتے۔''

سی اس کی باتیں سنتے سنتے سو جاتا ہے۔وہ بہت تھک گیا ہے۔

وہ ایک کے بعد دوسرے خواب دیکھتا ہے۔ مگر اسے آخری خواب ہی یاد رہتا ہے۔ برف سے ڈھکے ہوئے ایک بہت بڑا میدان ہے۔ اس میں ایک نیون سائن جگمگا رہا ہے۔لکھا ہے''قطب شمالی''۔ وہ کبھی جلتا ہے کبھی بجھتا ہے جیسے لاس ویگاس کے نیون سائن۔ وہ اس کی طرف بڑھتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ جوڈتھ اور ایک برفانی ریچھ ایک دوسرے سے چمٹ ہوئے ہیں۔ریچھ کے گولی مارتا ہے۔ ریچھ گر جاتا ہے اور جوڈتھ اسے غصے سے دیکھتی ہے۔وہ ریچھ کو سیدھا کرتا ہے تو وہ کے بن جاتا ہے۔کے زخمی ہے اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ننگی جوڈتھ ایک لمبا چاقو سی کی آنکھوں میں گھونپ دیتی ہے۔ وہ

دیکھتا ہے کہ چاقو کا پھل اس کی آنکھ سے ہوتا ہوا اس کے سر کے پیچھے سے باہر نکل رہا ہے۔وہ حیران ہے کہ چاقو کا پھل اپنے سر کے پیچھے سے نکلتا ہوا وہ کیسے دیکھ رہا ہے؟۔اس کی آنکھیں تو سامنے ہیں؟۔ وہ خواب میں بھی اس بات پر حیران ہو رہا ہے۔

کسی چیز کے گرنے کی آواز سے سی کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ کار میں ابھی تک گھپ اندھیرا ہے۔ یکا یک اسے شدید سردی لگتی ہے۔ اس ٹھنڈ میں اس کا پسینہ سوکھ رہا ہے۔وہ پھر گرنے کی آواز سنتا ہے۔ پیڑ کی شاخ ٹوٹ کر گر رہی ہے۔ وہ شیشہ اتار کر باہر دیکھتا ہے۔ پیڑ کی شاخ پر اتنی برف جم گئی ہے کہ وہ ٹوٹ کر کار پر گر گئی ہے۔

''تمھیں سردی نہیں لگ رہی ہے؟''۔ وہ جوڈتھ سے پوچھتا ہے''۔

''۔۔۔۔۔''

''اچھا چلو''۔

''۔۔۔۔۔''

کوئی جواب نہیں ہے۔ سی پچھلی سیٹ پر ہاتھ مارتا ہے۔ اسے کچھ نہیں ملتا۔ وہ دھکا دے کر کار کا دروازہ کھولتا ہے۔ برف کا تو وہ پیچھے ہٹاتا ہے۔ کار کی ڈگی کھولتا ہے اور ٹارچ نکالتا ہے۔لگتا ہے جیسے پچھلا دروازہ کھولا گیا ہے۔ وہ برف پر قدموں کے نشان دیکھتا ہے۔ برف اس کی رانوں تک آگئی ہے۔

''سی یون''۔ وہ چیختا ہے اور قدموں کے نشانوں پر چلنے لگتا ہے۔ راستہ حیرت انگیز طور پر بہت لمبا ہے۔ اسے آخر نظر نہیں آتا۔وہ کار کے پاس واپس آجاتا ہے اور اپنا سامان اکٹھا کرنے لگتا ہے۔ وہ کار کا دروازہ مقفل کر دیتا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ جوڈتھ کتنی دور چلی گئی ہوگی۔

ہوا سی کی آنکھوں میں چبھ رہی ہے۔ برف کا طوفان اگرچہ دھیما ہو گیا ہے مگر سہ کو کچھ بھی نظر آرہا ہے۔ وہ برف میں پاؤں جما جما کر چل رہا ہے۔اس کے ایک ہاتھ میں ٹارچ ہے اور دوسرے ہاتھ میں تھیلا۔ دس میٹر آگے چلنے میں بھی پورا ایک منٹ لگ رہا ہے۔ جوڈتھ اس برف میں کیسے آگے چلی گئی۔ اس غصہ آنے لگتا ہے۔ اس سے آخری ملاقات اور اس کے ساتھ باتیں اسے یاد آرہی ہیں۔وہ سب باتیں غلط ملط باتیں ہوگئیں ہیں۔لیکن یہ صرف ایک لمحے کے لئے ہوتا ہے۔ برف پر چلنے کے لئے وہ جو زور لگا رہا ہے اس سے

اسے پسینہ آ گیا ہے۔ پسینے کے قطرے اس کی آنکھوں میں گر رہے ہیں۔ وہ کتنی دور گئی ہوگی؟ ۔'' اسے کوئی پرواہ نہیں ہے''۔ وہ اپنے آپ سے کہتا ہے۔وہ پھپھوندی کی طرح جو اس کی زندگی پر چڑھ گئی ہے۔ وہ پرانی عمارتوں پر لگ جانے والی بھربھری ہوتی ہے جو عمارت کے ان حصوں میں لگ جاتی جو استعمال میں نہیں رہتے۔اگر وہ سادگی سے زندگی گزارتا تو اس مصیبت سے بچ نکلتا تھا۔ وہ اس کی زندگی پر چھا گئی ہے۔اور یہ نہیں جانتی کہ وہ کیا چاہتا ہے۔اسے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی ہے کہ وہ ایک ایسی عورت کی تلاش میں گھٹنے گھٹنے برف میں چل رہا ہے جو اس دن اس کے بھائی کے ساتھ سوئی تھی۔ جب اس کی ماں مر رہی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے بالکل پرواہ نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر دئی ہے۔ وہ یہ سوچ رہا ہے اس کے باوجود وہ برف میں پاؤں دھنسا دھنسا کر آگے بڑھ رہا ہے۔ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے پیچھے رکھتا ہوا۔

دور اسے ایک روشنی کی کرن نظر آتی ہے۔ وہ روشنی اس کی طرف آ رہی ہے۔یہ برف صاف کرنے والی گاڑی ہے۔ وہ اپنی ٹارچ سے اسے ٹھہر جانے کا اشارہ کرتا ہے۔

''آپ نے کسی عورت کو ادھر جاتے دیکھا ہے؟''۔ سی گاڑی والوں سے سوال کرتا ہے۔

''لمبے لمبے بالوں والی عورت؟''۔

''ہاں ہاں وہی''۔

وہ لوگ اپنے پیچھے اشارہ کرتے ہیں۔''وہ برف صاف کرنے والی گاڑی پر وان ٹونگ کی طرف جا رہی تھی''۔

''آپ لوگ کدھر جا رہے ہیں؟''۔

''ہم ماؤنٹ مورک جا رہے ہیں۔ وہ گاڑی پیچھے رہ گئی ہے۔اسے یقین نہیں ہے کہ گاری والوں نے جس عورت کا ذکر کیا ہے وہ جوڈتھ ہی ہوگی۔ وہ گاڑی پر چڑھ جاتا ہے۔ بیس منٹ بعد وہ ایک ریستوران کے پاس اتر جاتا ہے۔ یہ ریستوران پٹرول پمپ کے ساتھ ہیوہ رات وہیں گزارتا ہے۔ صبح سو کر اٹھتا ہے تو سڑک پر کافی برف صاف کی جا چکی ہے۔ وہ اپنا سامان اٹھاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کمرے کے کونے میں جوڈتھ کا پرس پڑا ہے۔وہ اس کے بٹوے سے اس کا شناختی کارڈ نکالتا ہے۔ وہ 21 جنوری 1975 کو صوبہ کانگ ورن کی

سیونگجو کاؤنٹی کے شہر جونجن میں پیدا ہوئی۔

سیول واپس پہنچنے پر بھی سی کی جوڈتھ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ کبھی کبھی اس عورت کے بارے میں سوچتا ہے جو اپنی سالگرہ کے دن برف میں غائب ہو گئی۔ وہ اپنے شہر کی مخالف سمت میں جارہی تھی۔ وہ اس عورت سے ملے بغیر ہی زندگی گزارتا ہے جو بستر پر بھی چپاچپا چیونگ گم چباتی رہتی تھی اور وہ باربار خواب میں قطب شمالی دیکھتا ہے۔ وہ خواب میں برفانی ریچھ مارتا ہے۔ اس وقت سورج بہت نیچے آچکا ہوتا ہے۔ پھر اچانک وہ ریچھ اس کے بھائی کی لاش میں بدل جات اہے۔ اس صرف جوڈتھ قہقہے لگاتی ہے۔ اس طرح ہر دن گزرتا ہے اور کچھ بھی نہیں بدلتا۔

تیسرا حصہ

ایویان

میں بہت دیر سے سویا۔ میں نے 65 فیصد پر خودکشی کی۔ میری زندگی بہت سستی ہے۔ مجھے جو زندگی ملی ہے یہ اس کا صرف 30 فیصد ہے۔میری زندگی کا صرف 30 فیصد مجھے ملا۔میرا جینا زندگی کا 30 فیصد ہے۔ یہ آتنیوں، ڈوری اور چند بٹن کے بغیر ہے۔ پانچ فیصد بظاہر خمار کی حالت ہے۔جس میں پیلی رنگت والی جھرجھری بھی شامل ہے۔50 فیصد DADA کہلاتی ہے۔اس لئے زندگی بہت ہے سستی ہے۔ موت ذرا سی منہگی ہے۔لیکن زندگی دلکش ہے اور اس طرح موت بھی دلکش ہے۔

41

ٹرسٹن تزارا

''میں کیسے دلکش، پسندیدہ اور خوش گوار بن گیا؟''۔

میں نے اپنا ناول قریب قریب مکمل کرلیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ اور لگے گا۔ میں نے کمپیوٹر بند کر دیا ہے اور بدلتے ہوئے موسم کی تازہ ہوا لینے بالکنی پر آ گیا ہوں۔ بہار کا موسم آ گیا ہے۔ اس سال میرے گاہک زیادہ ہیں اس لئے نہیں کہ لوگ سردیوں کی تھکن کی وجہ سے بیزار ہیں بلکہ وہ بہار کی آمد سے ڈرتے ہیں۔ لوگوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس موسم میں خوش و کرم ہوں گے۔ اس توقع کی وجہ سے میرے گاہک زیادہ الگ تھلگ سے ہو جاتے ہیں ۔ سردیوں کے موسم میں ہر آدمی گھر میں قید ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو قید ہونے سے بچ ے رہتے ہیں وہ موسم بہار میں قید ہو جاتے ہیں۔

مجھے ایک کسان کی وہ جھونپڑی یاد ہے جس پر گھاس پھونس کا چھپر تھا اور وہ پہاڑیوں میں گول ہوئی تھی۔ وہ خاص طور پسے اس لئے بھی یاد رہ گئی کہ اس کے اندر ضرورت کی تمام چیزیں تھیں۔ ایک چھت کے نیچے، جانوروں کے بارہ بھی تھا، باورچی خانہ بھی، رہنے کی جگہ بھی، آتشدان بھی اور اناج کا گودام بھی۔ چونکہ وہ چاروں طرف سے گھری ہوئی تھی اس لئے آتش دان سے جو دھواں نکلتا تھا وہ آسانی سے گھر سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ دھواں چمنی سے بارہ جاتے ہوئے پوری جھونپڑی کو گرم کر دیتا تھا۔ برف جو اکتوبر میں پڑنا شروع ہوتی تھی، تمام گھر والوں کو اندر رہنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ پھر جیسے ہی برف پگھلنا شروع ہوتی تمام لوگ باہر نکل آتے اور آس پاس جتنا سبزہ ہوتا اسے آگ لگا کر کھیتی باڑی کے لئے جگہ

صاف کرتے۔ایسا لگتا جیسے وہ جشن منا رہے ہوں۔آگ کے شعلے دور سے نظر آتے اور جلتی ہوئی لکڑیوں کی گڑگڑاہٹ بھی دور سے سنائی دیتی۔آج کل ایسا جشن کوئی نہیں مناتا۔آپ صرف اس لئے آگ نہیں لگاتے کہ سردیوں کا موسم چلا گیا ہے۔آج کل لوگ اپنے آپ کو آگ لگاتے ہیں۔

میں جوڈتھ سے بہار کے موسم میں ملا تھا۔وہ اپریل کا مہینہ تھا۔دھوپ میں گرمی تھی مگر ہوا میں خنکی کا اثر تھا۔میں درئی ہاک اسٹریٹ کے ایک سینما میں فلم دیکھ رہا تھا۔فلم میں تین کردار تھے۔ دو مرد اور ایک عورت۔ ایک مرد عورت کا رشتے دار اور دوسرے مرد کا دوست تھا۔عورت ایک برگر کی دکان پر کام کرتی تھی اور وہ دونوں مرد بے روزگار تھے۔ تینوں نے اس پیسے سے ایک کار کرائے پر لی جو انھوں نے جوئے میں جیتے تھے۔اور سیر کرنے نکل گئے۔فلم جم ڈارمش Stranger than Paradise تھی ۔ہم نے ایک بار بھی فلم کے کرداروں کا کلوزاپ نہیں دیکھا۔تماشائی بور ہو گئے تھے کہ انھیں کرداروں کے چہروں پر تاثرات نظر نہیں آ رہے تھے۔خود وہ کردار بھی بیزار سے نظر آ رہے تھے۔ان کے لئے اس بیزاری سے بچنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ سفر پر چلے جاتے۔اگر وہ جوئے میں جیت جاتے تو وہ جیتی ہوئی رقم پھر داؤ پر لگا دیتے۔اگر وہ سفر پر بھی چلے جاتے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

''یہ جھیل ہے'' کلیو لینڈ میں عورت کہتی ہے۔مگر جھیل پہچانی نہیں جاتی۔ وہ برف میں جم گئی ہے۔آپ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ایک آدمی بڑبڑاتا ہے کہ اتنی دور آگئے ہیں مگر کچھ بھی نہیں بدلا۔ اس فلم میں کوئی رومانس بھی نہیں تھا اور نہ ایسے کھلے ہوئے جنسی منظر تھے۔ جو آج کل کی فلموں میں نظر آتے ہیں۔میرا خیال ہے کہ اگر فلم کا آخری منظر شروع میں لگادیا جائے تو تماشائیوں کو احساس بھی نہیں ہوگا۔

اس میں حیرت کی بات نہیں ہے کہ اس دن سینما میں صرف تین تماشائی تھے۔ مجھ سے تین قطار پہلے ایک عورت بیٹھی تھی ۔ وہ جوڈتھ تھی۔فلم کے دوران وہ اونگھتی رہی مگر فلم ختم ہونے کے بعد بھی وہ وہیں بیٹھی رہی۔ اس لئے مجھے وہ فلم دو مرتبہ دیکھنا پڑی۔ جب دوسری مرتبہ عورت نے کہا''یہ جھیل ہے'' تو کھڑی ہوگئی۔ وہ تھوڑا سا لڑکھڑائی سینما ہال میں کچھ کھڑ بڑ کی آواز آئی۔شاید وہ خالی ڈبے پر چڑھ گئی تھی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے باہر نکلا۔اس وقت دس بجے تھے۔ وہ میرو سنیر پارک کی طرف چلی۔ وہ دوبارہ چند آدمیوں سے ٹکرائی بھی۔ وہ

ٹیلی فون بوتھ میں گھس گئی۔ پہلے رسیور اٹھایا جیسے کسی سے بات کرنا چاہتی ہو لیکن پھر وہ رکھ دیا۔

وہ کافی دیر چلتی رہی آخر میروسنیر پارک میں ہونے والے رومن کنسرٹ میں بیٹھ گئی۔ اسٹیج پر دو آدمی گٹار جبا کر گا رہے تھے۔

''آپ کسی نئی جگہ جاتے ہیں اور ہر چیز پرانی سی لگتی ہے''۔ میں نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا۔''کیا خیال ہے؟''۔''جی''۔اس نے سگریٹ نکالتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ نے کبھی قطب شمالی جانے کا سوچا ہے؟''۔اس نے سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔

''آپ قطب شمالی جانا چاہتی ہیں؟''۔

''میں ایک بار چند دن کے لئے وہاں گئی تھی''۔اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ سچ مچ بہت اچھا لگا۔ ساری دنیا سفید برف میں ڈھکی ہوئی تھی۔ اگر آپ کچھ دیر برف میں دیکھتے رہیں تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔کیا آپ جانتے ہیں وہاں سورج نکلنا بالکل مختلف ہوتا ہے۔ وہ آسمان میں طلوع ہوتا ہے اور اسی میں ڈوب جاتا ہے۔

سردیوں کے موسم میں سورج آپ کے پیروں کے نیچے سے نکلتا ہے اور زمین میں ڈوب جاتا ہے۔''حیرت کی بات نہیں ہے یہ؟''۔اس نے پہلی بار میری طرف دیکھا۔

میں نے سر ہلایا۔ اس سے اتفاق کیا'' کہتے ہیں قطب شمالی میں کوئی مرتا نہیں ہے۔ میں ایک ایسی عورت کو جانتا ہوں جو وہاں جا چکی ہے۔جب وہ جوان تھی تو اپنے شوہر کے ساتھ بحری جہاز میں قطب شمالی کے سمندر میں گئی تھی۔لیکن ان کا جہاز ایک چٹان سے ٹکرا گیا اور اس کا شوہر سمندر میں گر کر غائب ہو گیا۔جب وہ ساٹھ سال کی ہوئی تو ایک بار پھر وہ کسی جہاز میں وہاں گئی ۔ شاید وہ اپنے شوہر کی یاد تازہ کرنا چاہتی تھی۔ وہ جہاز کے عرشے پر کھڑی سمندر کی طرف دیکھ رہی تھی تو اس نے برف کا یک تودہ دور سے جہاز کی طرف آتے دیکھا۔ اس کا شوہر اس تودے پر لیٹا ہوا تھا۔ اس عورت نے اسے قریب سے دیکھا تو اس نے بھی سمندر میں چھلانگ لگا دی''۔

''کیوں؟''۔

''وہ ابھی تک جوان تھا۔ وہ وقت کے دھارے میں منجمد ہو گیا تھا مگر وہ عورت بوڑھی

ہو چکی تھی۔

جوڈتھ نے اثبات میں سر ہلایا۔''بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ میں سمجھ سکتی ہوں کہ اس نے کیا محسوس کیا ہوگا''۔

بعض اوقات سچے واقعات کے مقابلے میں خیالی باتیں آسانی سے سمجھ آجاتی ہیں۔ حقیقت اکثر دردناک ہوتیہے۔ میں لڑکپن میں ہی سیکھ لیا تھی کہ اپنی بات سمجھانے کے لئے دل سے کہانیاں بنانا آسان ہوتا ہے۔ مجھے کہانیاں گھڑنا اچھا لگتا ہے۔بہرحال یہ دنیا فرضی کہانیوں سے ہی بھری ہوئی ہے۔ہم گانے والوں کے گانے سنتے رہے حتی کہ انہوں نے گٹار وغیرہ اٹھائے اور چلے گئے۔ میں بھی کھڑا ہوا اور اپنا وزٹنگ کارڈ اسے دیا۔

''اگر آپ کسی سے یہ کہنا چاہیں کہ آپ اس سے بات نہیں کرنا چاہتیں تو مجھے فون کر لینا''۔

اس نے میرے کارڈ کو دیکھا ''اور اگر میرا ارادہ کسی سے یہ کہنے کا نہو کہ میں بات کرنا نہیں چاہتی تو پھر؟''۔

''اس وقت آپ ایسا ہی محسوس کر رہی ہیں؟''۔

''میں ایسی بیزار بھی نہیں لگتی۔ مگر شاید جلد ہی بیزار ہو جاؤں۔'' یہ کہہ کر اس نے قہقہہ لگایا۔ ایسا لگا جیسے ایک دن پرانی برف چیخ رہی ہوں۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچتا ہوا اپنے ساتھ لے چلا۔ وہ خاموشی سے میرے ساتھ چل رہی پڑی۔ پھر وہ میری کار میں بیٹھ گئی۔ میں نے کار اسٹارٹ کی تو چیٹ میکر کے گانے کی آواز گونجی۔

''جانتی ہو یہ کون ہے؟'' میں نے پوچھا۔

بڑی مشکل سے اس نے آہستہ آہستہ سر ہلایا۔''یہ تو میں نہیں جانتی کہ یہ کون ہے مگر ایسا لگ رہا ہے جیسے میرا جسم زمین میں دھنسا جا رہا ہے جیسے میں غائب ہو رہی ہوں۔

''یہ چیٹ بیکر ہے۔ جاز موسیقار۔ اس نے کوئی خوش گوار زندگی نہیں گزاری۔ اپنے زمانے میں تو وہ بہت مشہور تھا مگر جاز کی تاریخ میں اس کا نام نہیں آتا۔ وہ بہت اچھا نہیں گاتا تھا اور ساز بھی اچھا نہیں بجاتا تھا۔ وہ ساٹھ کی دہائی میں صرف نشہ کرنے کے لئے گانے گا کر پیسے کماتا تھا۔''

''اگر وہ ایسا تھا تو تمہارے پاس اس کی سی ڈی کیوں ہے؟''۔

''میں نے ایک ریکارڈ سٹور میں اس کا البم دیکھا۔ اس کی عمر رسیدہ کی تصویر نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ بڑھی ہوئی داڑھی، بڑے بڑے بال اور چہرے پر پڑی ہوئی جھریاں، بلیک اینڈ وائٹ فوٹو میں وہ اپنا سایا نظر آرہا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں کی چمک کیمرے نے اور بھی ابھار دی تھی۔ بہت روشن آنکھیں تھیں وہ تصویر دیکھتے ہی میں نے سوچا تھا کی یہ آدمی جلد ہی مرجائے گا۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہوں؟''۔

''اس کی آنکھیں آخری امید سے جگمگارہی تھیں۔ تھکن بھری جھریوں کے باوجود کوئی چیز ایسی تھی جو چھپائی نہیں جاسکتی تھی۔ اس قسم کی امید آخری آرام کے لئے ہوتی ہے۔ زندہ رہنے کے لئے نہیں''۔

سی ڈی پر درمیرا گانا شروع ہوگیا۔ یہ بیکر کا مشہور گانا ''میرا مضحکہ خیز ویلنٹائن''۔ نام سے خیال آتا تھا کہ یہ مزاحیہ گانا ہوگا مگر اس کی آواز مدہم اور درد میں ڈوبی ہوئی تھی۔ گانا شیریں اور عامیانہ نہیں ہے۔ اس سے اس آدمی کی پختگی ظاہر ہوتی ہے جس نے بہت دکھ جھیلے ہوں۔ اس انسان کی فراخ دلی ظاہر ہوتی ہے جو حرص وحوس سے بالا ہوگیا ہو۔

''یہ اس کے آخری کنسرٹ کا البم ہے۔ دو ہفتے بعد اس نے اپنے ہوٹل کی کھڑکی سے چھلانگ لگا دی تھی''۔

''اس نے چھلانگ کیوں لگائی؟''۔

''ایمسٹرونم کی ہومیس کا بیان ہے کہ وہ حادثہ تھا۔ مگر میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میں جتنا بھی اس کے گانے سنتا ہوں اور البم کور پر اس کی تصویر دیکھتا ہوں اتنا ہی مجھے یقین ہوتا ہے کہ وہ خود ہی اس دنیا سے جانا چاہتا تھا۔

''اس نے کوئی وصیت چھوڑی؟'' جوڈتھ نے حیرت کا اظہار کیا۔''

''نہیں مگر میرا خیال ہیکہ اس کا یہ البم ہی اس کی وصیت ہے۔ اس کے آخری الفاظ میں۔ کچھ لوگ اپنی تحریر کے ذریعے اپنا اظہار کرتے ہیں اور کچھ لوگ موسیقی کے ذریعہ۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ گانے اسٹوڈیو میں ریکارڈ نہیں کئے گئے۔ بلکہ کنسرٹ میں ریکارڈ کئے گئے ہیں۔ تم نہیں سمجھتیں کہ اگر آپ بے جان سٹوڈیو میں گانے کی بجائے حاضرین کے

سامنے اپنا آخری گانا گائیں تو اس میں جذبات کا بھرپور اظہار زیادہ ہوگا؟''۔

''تم ٹھیک کہتے ہو''۔

میں نے اسے گھر پہنچایا۔ وہ شہر کے نواحی علاقے کے ایک فلیٹ میں کرائے پر رہتی ہے۔میں نے اس کے ڈرائنگ روم میں کافی پی۔ ڈرائنگ روم میں لوہے کا سستا فرنیچر اور چودہ انچ کا ٹی وی تھا۔وہ میرے پاس بیٹھی چوئنگ گم چبا رہی تھی۔ صبح ہونے لگی تو جوڈتھ میری گاہک بن گئی۔ تین دن بعد میں نے اس کے ساتھ معاہدے پر دستخط کیئے۔ میں جہاز سے ویانا روانہ ہوگیا۔میرے پاس اس کی کہانی تھی۔

ویانا دلچسپ شہر ہے۔ نئے نئے افکار اور انسان یہاں سے دوسرے علاقوں تک پہنچتے ہیں نئے افکار، خیالات جیسے اصلاح مذہب، اظہاریت اور نازی ازم اس شہر کے راستے ساری دنیا میں پھیلی۔اب اسے مشرقی اور مغربی یورپ کا درمیانی دروازہ کہاجاتا ہے۔ جمہوریہ چیک اور ہنگری جانے کے لئے اکثر لوگ یہیں سے ویزہ لیتے ہیں۔ہٹلر آرٹسٹ بننا چاہتا تھا۔''اگر قسمت مجھے جرمنی کا حکمران نہ بنا دیتی تو مین مائیکل انجیلو بن گیا ہوتا''۔ہٹلر نے بڑے اعتماد کے ساتھ یہ اعلان کیا تھا۔ موتزارٹ نے بھی ویانا میں ہی تعلیم حاصل کی تھی۔ ہٹلر فاشزم اور ہجوم کی ذہنیت سے دلچسپی تھی اور موتزارٹ نے موسیقی اور گانوں کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔لیکن اس زمانے میں لوگوں کے جذبات سے کھیلنا آسان تھا جیسے این فرنک کی ڈائری نے ہٹلر کے قتل عام کو ایک جذباتی مسئلہ بنادیا مگر اب یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اب موت فحاشی بن گئی ہے جو ٹی وی پر زندہ دکھائی جاتی ہے۔انسانوں کا قتل عام جو پہلے افواہوں کے ذریعہ لوگوں تک پہنچتا تھا اب سیٹلائٹ کے ذریعہ فوراً ہی اس کی تفصیل ہم تک پہنچ جاتی ہے۔ویانا میں کئی مختلف چیزیں شانہ بشانہ موجود ہیں۔ رومن سلطنت کی نشانیاں، نازی آثار اور ہاسبرگ خاندان کی عظمت سب مل جل گئے ہیں۔ بہت سے لواس چھوٹے سے غیر جاندار ملک کے دارالحکومت کو سرائے کی طرح سمجھتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے یہاں ٹھہرے اور پھر کہیں اور نکل گئے۔ میں نے ویانا میں ہی محسوس کیا کہ میں کسی کے ساتھ بھی سو سکتا ہوں۔ میں کسی عورت کے بارے سوچتا ہوں کہ اس سے ملاقات ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ The phantom of the opera میوزیکل ڈرامہ دیکھنے جاتا ہوں، بیئر کا گلاس پیتا ہوں، اس کے ساتھ سستے ہوٹل کے چرچرائے بستر پر سوتا ہوں اور صبح کو ہم دونوں اپنی

اپنی ریل گاڑیوں میں مختلف مقامات کی طرف نکل جاتے ہیں۔

میں اپنی گاہک جوڈتھ کی وجہ سے ویانا گیا تھا۔ جیسے ہی معاہدے پر دستخط ہوئے ہیں میرا جی چاہا کہ میں آرٹسٹ گستان گلمٹ کے وطن جاؤں۔ اس نے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں جوڈتھ کی تاریخی پینٹنگ بنائی تھی۔ وہ جمالیاتی مصور تھا۔ دو صدیوں کو ملانے والا مصور اس نے پرجوش جذبات سے مملو پینٹنگز بنائی ہیں۔ اس کی پینٹنگ جوڈتھ میں مغربی تہذیب کے زوال کی انتہا نظر آتی ہے جیسے آرائش اور خیرہ کن پیٹرن سے سجایا گیا ہے۔

''وہ مجھے جوڈتھ کہتا تھا''۔

''کیوں؟''

''کہتا تھا کہ میں جوڈتھ کی پینٹنگ سے ملتی ہوں جو کسی آرٹسٹ نے بنائی تھی''۔

جوڈتھ کے ساتھ اس آخری رات کو مجھے معلوم ہوا کہ وہ آرٹسٹ کون تھا۔ وہ شاید گستان کلمٹ تھا۔

بائبل سے متاثر ہو کر بہت سیفن کاروں نے جوڈتھ کی پینٹنگ بنائی ہیں لیکن صرف وہی جوڈتھ سے ملتی ہے اور کوئی نہیں۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ آرٹسٹ کون ہے۔ مگر مجھے کوشی ہے کہ آرٹسٹ کا نام معلوم ہو گیا۔ مگر میں بھول بھی سکتی ہوں''۔ جوڈتھ ہنسی۔

جوڈتھ کی پینٹنگ دیکھنے کے لئے میں پیلویڈر پیلس میں اطلاتی آرٹ کے میوزیم میں گیا۔ دور سے پیلس ایسا لگتا ہے جیسے کوئی ٹریم شہر کے وسط کی طرف جھکتی ہوئی جنوبی حصے میں داخل ہو رہی ہو۔ میں آہستہ آہستہ میوزیم میں داخل ہوا۔ میوزیم اسکول کے بچوں اور کیم کورڈر (ویڈیو کیمرہ) اٹھائے سیاحوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہلے میوزیم جاپانی کیمروں سے بھرے ہوتے تھے اب ان کی جگہ کیم کورڈر نے لے لی ہے۔ طلسمی چراغ کی طرح کیم کورڈر سارے میوزیم کو ہضم کر لیتا ہے اور پھر باہر اگل دیتا ہے۔ ان سیاحوں کی نظر میں پیلو ور ایک ایسا دھندلا سا چوک ہے جس پر نیلی روشن کی چھوٹ پڑ رہی ہے۔ زمانۂ حال کی ازسرِنو تخلیق کی گئی ہے تا کہ اسے روحانی بنایا جا سکے۔ یہ ہے تو افسوناک لیکن انسانی رویے ایسی ہی ہوتے ہیں۔

خوش قسمتی سے اکثر لوگ کلمٹ کی پینٹنگ "The kiss" کے گرد جھمگٹا لگاتے ہیں۔ جوڈتھ بہت کم لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اس گہرے رنگ کے بال لمبے اور پھولے ہوئے ہیں۔ اس کے پیچھے جو سنہری پیٹرن ہے وہ پینٹنگ کو اور بھی شاندار بنادیتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں اس کے گال سرک ہیں لیکن اس کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کھلی ہوئی ہیں یا بند ہیں۔ اس کے ہونٹ ہلکے سے کھلے ہوئے ہیں۔ اور پرسکون ہیں۔ اس کا ہلکے سینہ نیلے رنگت کا ہیاور اس سے موت کی توانائی پھوٹ رہی ہے۔ حالانکہ وہ اتنے حساس نظر آرہی ہے کہ اس پر موت کا گمان نہیں ہوسکتا (یا پھر اس سے وہ زیادہ دلکش ہوگئی ہے) اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں ہولوفرنز کا سر اٹھا رکھا ہے جو اس نے اس کے دھڑ سے جدا کیا ہے۔ سیاہ بالوں والا آدمی مرچکا ہے اس کی آنکھیں بند ہیں۔

جوڈتھ نے دشمن سردار ہولوفرنز کو ورغلانے کے بعد قتل کر دیا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ابھی تک اس کے دل اس سر کے لئے جنسی خواہش موجود ہے یا وہ سر کاٹتے وقت ہی سرشاری کی کیفیت سے لطف اندوز ہوچکی ہے۔

میں اس پینٹنگ میں پوری طرح کھویا ہوا تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آگئی۔ وہ ایشیائی تھی۔ قد چھوٹا تھا اور سیدھے بالوں کا جوڑا بنایا ہوا تھا۔ اس نے پینٹنگ کا نچلا حصہ چھپا لیا تھا۔ میں ایک طرف کو ہوگیا۔ چہرے سے وہ جنوبی ایشیا کی معلوم ہورہی تھی۔ اتنے میں سیاحوں کا ایک گروپ سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ میں جھلس گیا تھا۔ میری مریض جوڈتھ اور کلمٹ کی جوڈتھ میری آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھی۔ مجھے چکر سا آگیا۔ میں تہہ خانے کے ریستوران میں چلا گیا اور ایویان اور سلاد کا آرڈر دیا۔ ایویان جو سوئٹزرلینڈ کے پہاڑی سے چشموں سے آتا تھا اس کا مزہ کوریا کے پانی کے مقابلے میں تیز تھا۔ لیکن میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے ایویان مل گیا۔ یورپ میں مجھے سوڈا واٹر پر گزارا کرنا پڑتا تھا۔

ایک بار میں ایک ولندیزی عورت کے ساتھ پراگ گیا تھا۔ وہ عورت بھی سفر میں تھی۔ رات کو اپنے اپنے کمروں میں جانے سے پہلے ہم نے صبح کا ناشتہ لاؤنج میں ساتھ ساتھ کرنے کا طے کیا تھا۔ ہم گیارہ بجے کے قریب لاؤنج میں گئے۔ یہ بہت دلکش لاؤنج تھا۔ اس وقت مجھے دھکا سا لگا تھا جب اتنے بڑے اور شاندار ہوٹل میں اس عورت نے منرل

واٹر کا آرڈر دیا تھا۔

میں نے سلاد ختم کی ہی تھی کہ جنوبی ایشیا کی عورت اندر آئی۔ اس نے کوکا کولا کی بوتل اور ایک بسکٹ خریدا اور آہستہ آہستہ کھانے لگی۔ میں نے احتیاط کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس عورت میں کوئی چیز ایسی ہے جو جوڈتھ سے ملتی ہیمگر یہ معلوم نہیں ہورہا تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔

عورت کھانے پینے سے فارغ ہوئی تو اس نے وہ گائیڈ بک دیکھی جو اس نے میوزیم سے خریدی تھی۔ اس کی نظریں کلمٹ کی پینٹنگ سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔ میں نے بات چیت شروع کی۔ ویانا، خاص طور سے ویانا کے میوزیم ایسی جگہ میں جہاں اس طرح کی بات شروع کی جاتی ہے۔

''آپ کو کلمٹ پسند ہے؟''۔

''عورت نے مجھے غور سے دیکھا اور بولی ''نہیں''۔

''آپ کو اس سے کیا غرض ہے''۔

اس کا لہجہ چینی تھا۔ وہ سنگاپور، ہانگ کانگ، یا میکاؤ کی ہوگی۔ اس نے کوکا کولا گلاس میں انڈیلا اور پینا شروع کر دیا۔ بات چیت شروع کرنے سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ میں سامنے کی میز سے اسے دیکھ سکتا تھا۔ اس کا چہرہ میک اپ کے بغیر تھا اور اس چمکتے بڑے ہوتے نظر آ رہے تھے۔ چہرے کا رنگ گہرا سرخی مائل پیلا تھا۔ اس پر تھکن کے آثار تھے۔ میں اس کے ساتھ رات گزارنا چاہتا تھا تا کہ صبح کو اس کا تھکن سے چور سر میرے بازو پر رکھا ہو۔ جب میں سفر میں ہوتا ہوں تو اپنے آپ پر ہی توجہ دیتا ہوں۔ کوریا میں تو میری زندگی یہ دیکھتے ہوئے گزرتی ہے کہ کون میرا مریض ہے اور کون نہیں۔ ملک سے باہر میں اس طرح زندگی نہیں گزارتا۔

''آپ کہاں کی رہنے والی ہیں؟''۔

''ہانگ کانگ'' اس نے روکھے پن سے جواب دیا۔''اور آپ؟''۔

''میں؟۔ میں جہنم سے آیا ہوں''۔

اس نے بھنویں چڑھائیں۔ پھر قہقہہ لگایا۔''آپ تو بہت دلچسپ جگہ پر رہتے ہیں''۔

''وہ بہت اکتا دینے والی جگہ ہے۔ وہاں کوئی چیز نہیں بدلتی۔ اچھا۔۔تو آپ سیاحت پر ہیں۔ ویانا آنے سے پہلے آپ کہاں گئی تھیں؟۔

''برلن، تین دن برابر بارش ہوتی رہی۔ وہاں جو چیز میں نے دیکھی وہ صرف ہوٹل کی بار تھی۔'' اس نے گائیڈ بک بند کی اور سگریٹ سلگایا۔''آپ کیا کرتے ہیں؟''۔

میں کیا کرتا ہوں۔ کبھی تو میں کہتا ہوں کہ نفسیاتی ڈاکٹر ہوں، کبھی میں لکھاری ہوں، لیکن ایسے سوال میں ہمیشہ جھجک جاتا ہوں۔

''میں ناول لکھتا ہوں''۔

''آپ کی کتابیں انگریزی یا چینی زبان میں شائع ہوئی ہیں؟''۔

''نہیں''

ایسا لگا جیسے اس کی دلچسپی ختم ہوگئی۔ سفر میں مجھے ایسے حالات سے اکثر واسطہ پڑتا ہے۔ ایسا ناول نگار جس کا ناول انگریزی میں نہ چھپا ہو چند معلوم ہوتا ہے۔

''اور آپ؟''۔

''میں نے بہت سے کام کئے ہیں۔ میں نے ایک ڈیپارٹمنٹ اسٹور میں کام کیا۔ ہانگ کانگ میں بے شمار ڈیپارٹمنٹ اسٹور ہیں۔

''کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کی عمر کیا ہے؟''۔

''اکیس سال''۔

میں حیران رہ گیا۔ وہ اکیس سال کی عمر کے ظاہر سے بہت زیادہ عمر زدہ نظر آرہی تھی۔

''آپ پہلی بار ویانا آئی ہیں؟''۔ میں نے پوچھا۔

''جی۔ ہانگ کانگ سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ میں پہلے مرتبہ باہر نکلی ہوں۔''

کچھ لوگ ساری زندگی ایک ہی شہر میں گزار دیتے ہیں۔ سیول کے لوگ یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ وہ کسی شہر میں بیس سال بھی رہ سکتے ہیں۔ میں نے ہانگ کانگ کی اس عورت کے بارے میں غور کیا۔ ہانگ کانگ برطانیہ اور چین دونوں کا حصہ اور ساتھ ہی ایک ملک بھی۔

عورت نے بتایا کہ اس نے پرہجوم ہانگ کانگ میں ساری زندگی گزار دی ہے۔

''آپ کہاں ٹھہری ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے نقشہ نکالا ’’ گاریاہل فرسٹارس کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں‘‘۔

وہ جگہ شہر کے وسط کو مغربی حصے سے ملاتی ہے۔وہاں بہت سی سستی جگہیں ہیں۔اس کا ہوٹل میرے ہوٹل سے بہت زیادہ دور نہیں تھا۔

’’آپ کل میرے ساتھ تاریخی مقام دیکھنے چلیں گی؟‘‘۔ میں یہاں تین بار آچکا ہوں۔

’’ہاں ہاں۔کیوں نہیں؟‘‘۔

’’تو پھر کل دس بجے ہم ویانا اوپیرا ہاؤس کے پاس ملیں گے۔ میں نے نقشے پر اوپیرا ہاؤس کی جگہ نشان لگایا۔اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھیں پوری کھولیں۔نقشہ دیکھا اور کھڑی ہوگئی۔ میں اپنے ہوٹل چلا گیا۔سامان باندھا اور بیئر پینے کے لئے بار میں چلا گیا۔ ایک موٹی سی عورت نے بڑی مہارت کے ساتھ گلاس میں بیئر ڈالی، اوپر خوب جھاگ بن گئے۔میں جوڈتھ کا وہ پوسٹ کارڈ نکالا جو میوزیم سے خریدا تھا اور اسے دیکھنے لگا۔

’’تم کوئی خاص طریقہ استعمال کرنا چاہتی ہو؟‘‘۔ میں نے جوڈتھ سے آخری دن پوچھا۔ جوڈتھ نے خالی خالی نظروں سے مجھے دیکھا۔ جیسے وہ اس بارے میں سوچنا نہیں چاہتی۔ پھر اپنا فیصلہ میری طرف سرکا دیا۔اکثر ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اس لئے میں بالکل نہیں گھبرایا۔

’’تمہارے خیال میں مرنے کے لئے سب سے اچھا کیا ہوسکتا ہے؟‘‘۔

’’ہم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جو چیزیں تمہیں نا پسند ہیں انہیں چھوڑنے سے ابتدا کریں۔میں نے لیپ ٹاپ نکالا اور دوشکلیں کھولیں جو میں اپنے مریضوں کو دکھاتا ہوں۔

’’تم پھانسی چڑھنا نہیں چاہتی؟، ہوں؟‘‘۔میں نے پہلی تصویر پر ڈبل کلک کیا۔یہ ایک ایسے مردہ انسان کی تھی جو ایک پہاڑی پر گلے میں پھندا ڈالے ایک پیڑ سے لٹک رہا تھا۔

’’نہیں، میرا خیال ہے میں اپنے گلے پر رسے کا لمس محسوس کرنا نہیں چاہتی‘‘۔اس نے بائیں ہاتھ سے اپنے گلے کو چھوا۔

یہ بہت ہی آسان ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ تمہیں چند منٹ تکلیف ہوگی اس کے بعد ختم۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔اگر تم اسی رسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈالو اور پیروں سے کرسی گرا دو تو پھندا گلے میں نہیں جائے گا اور گردن ٹوٹ جائیگی۔اس وقت اکثر لوگ بے ہوش ہو جاتے

ہیں۔اس لئے کچھ لوگ مرجاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاؤں زمین کو چھو رہے ہوتے ہیں۔ اگر پہلے تین چار منٹ ہاتھ پاؤں مارتی رہو تو ایسا ممکن نہیں ہوگا۔"

"پھر بھی میں یہ طریقہ اختیار نہیں کروں گی۔"

میں نے دوسری فائل کھولی۔ ایک آدمی پانی کے ٹب میں لیٹا ہوا ہے۔ٹب گلابی پانی سے بھرا ہوا ہے۔

"یہ طریقہ عام طور پر مغرب میں اختیار کیا جاتا ہے۔ روم کے نواب اسے پسند کرتے تھے۔ اگر آپ گرم پانی میں لیٹے ہوں تو خون کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے اور آپ جلدی مرجاتے ہیں۔ اپنی شریان کاٹنے میں گھبراہٹ ضرور ہوتی ہے۔ مگر جونہی شریان کٹ جاتیہے پھر سکون سا ہو جاتا ہے۔ آپ اپنا خون پانی میں ملتے دیکھ سکتے ہیں۔آپ ایک صدمے سے دو چار ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ کا خوں نکلتا رہتا ہے اور آپ کمزور سے کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں پھر آپ پر غشی طاری ہونے لگتی ہے۔مگر میں اس کی سفارش نہیں کروں گا۔

"کیوں؟"۔

"میرے کچھ مریض کلائی کاٹنے پر اصرار کرتے ہیں لیکن وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ کاٹ دیجئے۔ میں اپنے ہاتھ پر خون لینا نہیں چاہتا۔ اور ایسے کام میں شریک ہونے سے میرے کام کی اہمیت ختم ہوتی ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔تو آپ یہ کام نہیں کریں گے"۔

"اچھا؟اسی لیے آخر میں وہ کوئی دوسرا طریقہ اپناتے ہیں؟"۔

نہیں وہ خود ہی یہ کام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کام سے پہلے ہم اس بارے میں صرف باتیں کرتے ہیں"۔

"ہوں"۔

اس لمحے جوڈتھ نے عصبی انداز سے مجھے دیکھا وہ میرے دماغ میں نقش ہوگیا۔ وہ بہت زندہ دل اور پھرتیلی تھی۔ اس وقت وہ مجھے اپنے اس رخ سے بالکل ہی مختلف رخ دکھا رہی تھی جو اس نے پہلی ملاقات میں دکھایا تھا۔

"یہ تو زبردست بات ہے۔ میری زندگی ہمیشہ قابو سے باہر رہی ہے۔ میں ہمیشہ ایسی

جگہ رہی ہوں جہاں مجھے نہیں ہونا چاہیے۔مگر اب مجھے مختلف محسوس ہو رہا ہے"۔ اس نے کہا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

اسکے جوش سے میرے کام کی اہمیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔اب اس کے منہ میں چپا چپا چیونگ گم نہیں تھی۔ اس نے لیپ ٹاپ پ رنظریں جما رکھی تھیں جیسے وہ کمپیوٹر سیکھنا چاہتی ہو۔

جوڈتھ جیسا مریض ہو تو دل خوش ہوتا ہے۔ میں نے اس کے بارے میں سوچا تو تسلی ہوئی۔ میں نے ایک اور بیئر کا آرڈر دیا ور ایک ہی گھونٹ میں پورا گلاس پی لیا۔اپنے کمرے میں گیا، نہایا اور بستر پر گر کر سو گیا۔

دوسرے دن ویانا اوپیرا ہاؤس گیا تو ہانگ کانگ والی لڑکی وہاں پہلے سے کھڑی تھی۔ اس نے سیاہ چشمہ لگایا ہوا تھا اور کوکا کولا پی رہی تھی۔

"آپ مجھے کہاں لے جائیں گے؟"۔

"ویانا کے آرٹ ہسٹری میوزیم"۔

"اچھی جگہ معلوم ہوتی ہے"۔

اس نے گلاس خالی کیا اور مریے ساتھ چل دی۔ اگر آپ اوپیرا ہاؤس سے مغرب کی سمت چلیں تو آپ آرٹ ہسٹری میوزیم اور نیچرل ہسٹری میوزیم پہنچ جائیں گے۔ویانا میں اپریل بھی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ہوا ٹھنڈی اور چبھنے والی تھی۔ہمیں اس ہوا کا مقابلہ کرنا پڑا۔

آرٹ میوزیم میں ہاسبرگ خاندان کے بہترین فن پارے رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے سامنے نیچرل ہسٹری میوزیم ہے جو پہلے شاہی محل تھا۔ ماریا ٹیریسا چوک پہ کھڑے ہو کہ میوزیم کی نشاۃ ثانیہ والی شاہانہ عمارت دیکھی تو ہم نے طے کیا کہ اس کے اندر کے فن پارے خاصے بیزار کن ہوں گے۔مگر ٹھنڈی ہوا سے بچنے کے لئے ہم نے اندر جانے میں ہی عافیت جانی۔ ہم نے اپنے اورکوٹ وغیرہ دروازے پر رکھوائے اور ہلکے پھلکے ہو کر ان غلام گردشوں میں چلنے لگے جہاں کسی زمانے میں شاہی خاندان کے لوگ چلتے تھے۔

توقع کے عین مطابق وہاں جو نوادرات رکھے ہوئے تھے وہ ہماری دلچسپی کے نہیں تھے۔ بھری ذراعنہ کی ممی، ان ممی کی نگرانی کرنے والے لیڈر خفنی مگر لمبے چوڑے اعضا والے یونانی سپاہی تھے۔

ہم کو روس کے مجسمے کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ یہ مجسمہ پانچویں صدی قبل مسیح بنایا گیا تھا۔

''حیرت انگیز ہے نا؟''۔ میں نے سوال کیا۔

اس نے سر ہلایا۔''نہیں، مجھے ایسے مجسموں سے نفرت ہے''۔

ہم دوسری منزل پر پہنچے۔ یہاں زیادہ تر نشاۃ ثانیہ کے بعد کی چیزیں رکھی تھیں۔ ہم یونہی وہاں گھومتے رہے جیسے وہاں کے مناظر دیکھنے آئے ہیں۔گیلری کے ایک کونے میں عریاں مجسمے رکھے تھے۔ ہم سوچے سمجھے بغیر وہاں پہنچ گئے۔

وہاں ٹائٹیان، روبنز اور کاراواجیو کی پینٹنگ رکھی تھیں۔ ان پینٹنگز میں ، مارس، اپروز اور ایوس جیسے کرداروں کی پینٹنگ تھیں۔ مجھے ان فن کاروں پر افسوس ہوا جو اصل انسانوں کے درمیان جنسی تعلقات کی پینٹنگز نہیں بناتے تھے بلکہ دیومالائی کرداروں کے تعلقات کی پینٹنگز بناتے تھے۔ میں نے بہت کوشش کی مگر انہیں دیکھ کر میرے اندر اهتزار یہ نہیں ہوا۔ان تصویروں میں جنسی احساس اتنا شائستہ تھا کہ میرے اوپر ان کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں نے اس کا بازو پکڑا۔

''چلو یہاں سے''۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا''مجھے بھوک لگی ہے''۔

میوزیم کے کیفے سے ہم نے سینڈوچ خریدے۔ میں نے وہ پانی پیا جو صبح سے اپنے ساتھ لئے پھر رہا تھا۔اس نے کوکا کولا پیا۔ وہ ایک دن پہلے کے مقابلے میں زیادہ تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

''کیا یہ سچ ہے کہ ہانگ کانگ میں رات کا منظر بہت حسین ہوتا ہے؟''۔

''وہ شاید جہنم سے زیادہ اچھا ہوتا ہے''۔

ہم دونوں ہنسے۔

''مگر یہ معنی سوال ہے۔کوئی انسان حیرت انگیز جگہ نہیں رہتا''۔اس نے جواب دیا۔

وہ ٹھیک کہتی تھی۔ میں نے پانی کا ایک اور گھونٹ لیا اور سگریٹ سلگایا۔

''ویانا کے بعد آپ کہاں جائیں گے؟''۔

''جہاں تم جاؤ گی''۔

55

''تم کیا سمجھتے ہو میں کہاں جاؤں گی؟'' اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''فلورنس''۔

چونکہ وہ برلن سے آئی تھی اس سے مجھے یقین تھا کہ وہ اب جنوب کی طرف جائے گی۔ یہاں سے فلورنس ہی ایسا جنوبی شہر ہے جہاں کے لئے وہ رات کو روانہ ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ مشرقی یورپ جارہی ہوتی تو وہ برلن سے ہی وہاں چلی جاتی۔

''آپ کو کیسے معلوم؟''۔

''جہنم کے رہنے والے انسانوں کا دماغ پڑھ سکتے ہیں''۔

''میرا خیال ہے کہ فلورنس گرم ہوگا۔ برلن اور ویانا بہت ٹھنڈے ہیں''۔

ہانگ کانگ کے باشندے کے لئے تو یہ موسم بھی بہت ہی ٹھنڈا ہوگا۔ اس رات وہ اپنے ہوٹل نہیں گئی۔

دوسری رات فلورنس جانے کے لئے ہم نے چھ آدمیوں کا ڈبہ دو آدمیوں کے لئے بک کرایا۔ ریل گاڑی لوسارڈی کے میدان سے گزری تو وہ سوگئی۔ میں اپنی برتھ پر کروٹیں بدلتا رہا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے کے بہانے اسے سوتا ہو دیکھتا رہا۔

ایک دن پہلے ویانا میں بھی رات کو اسی طرح سو گئی تھی۔ جیسے ہی ہم فارغ ہوئے اس نے پلاسٹک کی بوتل سے جلدی جلدی گھونٹ لینا شروع کر دیئے تھے۔ایسا لگتا تھا جیسے اس کی پیاس کبھی نہیں بجھے گی۔ وہ وقت تک پیتی رہی جب تک بوتل کا تلا نظر نہ آ گیا۔بوتل خالی ہوئی اور وہ بستر پر گر کر سوگئی جیسے اسے جو کام کرنا تھے وہ اس نے کر لئے ہیں۔

ریل گاڑی اٹلی کی سرحد پر پہنچی تو کسٹم اور پولیس کے ریل کار ہمارے پاسپورٹ دیکھنے اندر آ گئے۔ اس کا پاسپورٹ ملکہ برطانیہ کے نام سے جاری ہوا تھا۔اس کی آنکھ کھلی تو اس نے کوکا کولا کی بوتل کو دیکھا مگر وہ اب خالی ہو چکی تھی۔ میں نے اپنا پانی پیش کیا۔ مگر اس نے برا سا منہ بنایا اور انکار کر دیا۔

''نہیں، میں پانی نہیں پیتی''۔

سچ کہتی تھی۔ میں نے اسے پانی پیتے نہیں دیکھا ۔ وہ ہمیشہ کوک یا کوئی اور سوڈا پیتی تھی۔

''حیرت کی بات ہے ۔تم پانی کیوں نہیں پیتی؟ ہانگ کانگ میں لوگ پانی نہیں

پیتے ؟''۔اس کی آنکھوں میں ایسی شدید نفرت تھی کہ میں پیچھے ہوگیا۔''جی کیا؟''۔

''کبھی مجھے پانی پیش نہ کرنا۔ مین کبھی پانی پینا نہیں چاہتی''۔

میں جھنجھلا گیا تھا اور اس نے جس لہجے میں بات کی تو وہ مجھے بہت برا لگا تھا۔ ریل گاڑی نے سرحد پار کی اور تھوڑی دیر پدوا کے اسٹیشن پر رکی اور پھر فلورنس کی طرف روانہ ہو گئی۔

میں تھوڑ دیر سوتا رہا۔ آنکھ کھلی تو ابیرات تھی۔ کھڑکی کے باہر ستارے جگمگا رہے تھے۔ میں کھڑکی کھولی پٹری پر چلنے والے پہیوں کی آواز تیز ہوگئی۔ مگر ہو گہری نیند سوتی رہی۔ رات کی ہوا ٹھنڈی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ شاید اس لئے ہو کہ ہم فلورنس کے قریب ہوتے جارہے تھے۔

اسی وقت ایک زوردار دھاکہ ہوا اس کے ساتھ ہی بریک لگانے اور سامان گرنے کی آواز آئی۔ وہ جاگ اٹھی۔ میں کھڑا ہوااور کھڑکی سے باہر سر نکالا ۔مگر وہاں کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔کنڈکٹر نے پی اے سسٹم پر اطالوی اور جرمن زبان میں جلدی جلدی کچھ کہا۔مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

''تم اطالوی یا جرمن زبان جانتی ہو؟''۔ میں نے پوچھا۔

''نہیں''۔

ہم بیٹھ گئے اور کسی خبر کا انتظار کرتے رہے۔اب یا تو ریل گاڑی کسی چیز سے ٹکرا گئی تھی یا کسی نے ایمرجنسی زنجیر کھینچ لی تھی۔ہم خالی ڈبے میں بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ ایک گھنٹہ گزارا۔ پھر دوسرا گھنٹہ۔

آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟''۔اس نے سوال کیا

''نہیں''۔

''میں نے کی ہے۔ آپ ڈیپارٹمنٹ اسٹور میں کام کرتے ہوں تو بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ ہم انہیں انکار بھی نہیں کرسکتے کیونکہ ہم سروس انڈسٹری میں ہوتے ہیں۔ہمیں صرف مسکرانا ہوتا ہے اور غصہ نہیں دکھانا ہوا۔ میں ڈیپارٹمنٹ اسٹور میں چائے بیچتی تھی۔ ایک آدمی ہر روز چائے لیتا اور مجھ سے باتیں کرتا۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ چائے پینے آتا ہے یا مجھ سے باتیں کرنے؟۔ پھر ایک دن اس نے وہاں آنا چھوڑ دیا۔ وہ

میری پہلی محبت تھی۔ اس کے بعد میں چائے بیچنا چھوڑ دی''۔

''پھر تم نے پانی بیچنے لگیں؟''۔

اس نے مجھے غصے سے دیکھا ''تم بہت ہی نامعقول آدمی ہو''۔ ان الفاظ سے مجھے دھکا سا لگا۔ وہ انگریزی مین گندے الفاظ استعمال کرنا جانتی تھی۔ اس نے میرے ہاتھ سے پانی کو بوتل لی اور ایک ہی گھونٹ میں سارا پانی پی گئی جیسے وہ مجھے چڑھانا چاہتی ہو۔ میں نروس ہو گیا اور اسے دیکھتا رہا۔ اس نے بوتل خالی، مجھے گھور کر دیکھا اور کاریڈور میں چلی گئی۔ میں اپنی نظروں سے اس کا پیچھا کرتا رہا۔ وہ غسل خانے کی طرف گئی مگر راستے میں ہی گر گئی۔ لوگ جو ریل گاڑی کی تاخیر کی وجہ سے اپنے ڈبوں سے باہر نکل آئے تھے اس کی طرف دوڑے۔ میں دوڑا، لوگوں کو ادھر ادھر کیا اور اسے اٹھایا۔ میں نے اسے کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ وہ جھکی اور قے کرنے لگی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں میں ٹشو اور پلاسٹک بیگ لینے ڈبے کی طرف بھاگا۔

ریل گاڑی کو رُکے دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس لئے ریل گاڑی کے چلنے کی وجہ سے اسے متلی نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہتے ہوئے غسل خانے میں گھس گئی۔ ''میں نے کہا تھا مجھے پانی نہ دو''۔

''اب نہیں دوں گا۔'' میں نے منہ ہی منہ میں کہا۔ مجھے سزا مل گئی تھی۔

ابھی وہ غسل خانے میں ہی تھی کہ ریل گاڑی آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ اطالوی اور جرمن زبان میں ایک اور اعلان کیا گیا۔

مجھے جوڈتھ پھر یاد آ گئی۔ اس نے کئی طریقوں پر غور کرنے آخر کہیں سے خودکشی کا سوچا تھا میں نے اپنا شبہ ظاہر کیا تھا۔ ''یہ زیادہ خطرناک ہوگا۔''

''خطرناک؟ ہنہہ، اس نے قہقہہ لگایا تھا۔ یہ بڑے مذاق کی بات تھی کہ میں ایک ایسے انسان کو خطرے سے آگاہ کر رہا تھا جو خودکشی کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

''گیس فرش کے اندر چلی جاتی ہے کیونکہ وہ ہوا سے بھاری ہوتی ہے۔ وہ نچلی منزل تک جاتی ہے اور اگر کسی نے تمہارا دروازہ توڑنے کی کوشش کی تو دھماکہ بھی ہو سکتا ہے''۔

''دھماکہ تو اچھی چیز ہے۔ مگر میں اتنے ہنگامے کے ساتھ مرنا نہیں چاہتی۔ کیا یہ آپ کا کام نہیں ہے کہ اسے آسان بنا دیں؟''۔

اس کا ایک طریقہ تھا۔ مگر میں اتنے تام جھام کے ساتھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تو کیا یہ تمہارا

کام نہیں ہے کہ یہ کامیاب ہو جائے؟۔

ایک طریقہ ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں پولیس بلالوں گا۔ یہ خیال اچھا لگا۔ میں نے اس کا طریقہ بتایا۔

رات کو گیارہ بجے کے قریب تم دروازہ اور کھڑکیاں بند کر لیتی ہو تا کہ گیس باہر نہ نکلے۔ پھر تم ہر چیز کا تار باہر نکالا دیتی ہو اس میں ٹیلی فون کا پلگ بھی شامل ہے۔ اگر کہیں سے کوئی چنگاری پھٹ پڑی تو سب کچھ بھسم ہو جائے گا۔ اس کے بعد پڑوسی کے پاس جاؤ گی اور اس سے کہو گی کہ وہ تمہارے فلیٹ کا خیال رکھے۔ تم شہر سے باہر جا رہی ہو۔ کیونکہ اگر کوئی تمہارے پاس آئے گا تو اس سے کہہ دیا جائے گا کہ تم فلیٹ میں نہیں ہو۔ پھر تم اپنی وصیت لکھو گی۔ یہ تم پہلے ہی لکھ لو گی۔ اگر وصیت ہو گی تو پولیس والے سمجھ جائے گے کہ یہ خودکشی ہے۔ وصیت وضاحت کے ساتھ ہونی چاہیئے ورنہ پولیس والے شبہ کریں گے۔ وہ مبہم باتوں پر اعتبار نہیں کرتے۔ اگر کوئی قاتل وصیت لکھتا ہے تو وہ واضح نہیں ہوتی۔ تمہیں خاص طور پر اپنے قریبی عزیزوں کے نام کہ مجھے افسوس میں ایسا کر رہی ہوں۔ اس طرح میرے لئے اس معاملے سے نبٹنا آسان ہو جائے گا۔

''یہ تو بہت ٹیڑھا معاملہ لگتا ہے''۔

''اگر یہ بہت مشکل ہے تو میرے پاس کچھ اور مثالیں ہیں۔ جن میں سے تم اپنے لئے پسند کر سکتی ہو۔ لیکن میرے خیال میں اپنی وصیت لکھنا اچھا ہو گا کیونکہ یہ آخری تجربہ ہو گی جو تم لکھو گی۔

وہ خودسر وصیت لکھنے بیٹھ گئی۔ اس نے کئی بار لکھا اور پھاڑ دیا۔ آخر وہ لکھنے میں کامیاب ہو گئی۔ میں ٹی وہ دیکھتا رہا اور وہسکی پیتا رہا۔

ہم فلورنس پہنچ گئے۔ پھولوں کا شہر۔ ہم صبح گیارہ بجے کے قریب پہنچے تھے۔ ریل گاڑی سے اترتے ہی ہم نے اس کے لئے کوک کی بوتل خریدی۔ وہ للچاتے ہوئے انداز میں پیتی رہی۔ ہم پیدل چلتے ہوئے شہر کے علامتی ڈھانچے ''دومو'' پہنچ گئے۔ سبز سنگ مرمر سے مزین عالی شان چرچ کے سامنے اسی سنگ مرمر کی بپیٔرس تھی۔ نشاۃ ثانیہ کے مصور گیریتی جیسے سنگ تراش کی تراشی ہوئی نسیت کاری سے مزین چاروں طرف دروازے تھے۔

''مجھے مینار اچھے نہیں لگتے''۔

''کیوں؟''۔

''انہیں دیکھ کر متلی ہونے لگتی ہے''۔

ہم دوموکی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے اور سگریٹ پینے لگے۔ اس نے آدھا پیا ہوا سگریٹ بجھا دیا اور بولی ''مجھے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے تو میں قے کرنے لگتی ہوں''

''تم نے مینار سے محبت کر لی ہے''

''فضول بکواس، کوئی مینار سے بھی محبت کرسکتا ہے۔میں پونتے وچیو دیکھنا چاہتی ہوں''۔اس نے اپنی گائیڈ بک میں پونتے وچیو کی تصویر مجھے دکھائی۔ہم گیلیر یادیلگی اخیزی سے ہوتے ہوئے پرانی کوٹھڑیوں کے پاس پہنچ گئے۔

''میں ایک زمانے سے یہ پل دیکھنا چاہتی تھی''۔اس نے مجھے بتایا۔

''تمہیں اس کا علم کیسے ہوا؟''۔

''میرے پاس برٹش ائرویز کا کیلنڈر تھا۔ اس میں جنوری پونتے وچیو تھا۔ میں نے وہ ٹوٹے پھوٹے گھر دیکھے تھے وہ مجھے اچھے لگے۔ تصویر میں اس پل پر سورج غروب ہو رہا تھا۔ یہ پل خوبصورت نہیں ہے؟''۔

لیکن اصل میں وہ پل اتنا خوبصورت نہیں تھا۔ وہ ایسی عمارت لگ رہا تھا جسے منہدم کیا جا رہا ہو۔ برسوں میں اس پر جو گزری ہے وہ اسے چھپانے میں ناکام نظر آرہا تھا۔

''مجھے اچھا لگتا ہے کہ الٹی سیدھی چیزیں کردی گئی ہیں اور یہاں گرمی ہے''۔اس کی آواز آنسوؤں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ آنسو بہا رہی تھی۔ سچی بات ہے فلورنس ویانا سے بہت زیادہ گرم تھا۔ ہم سستے بازار گئے اور چند آرٹ میوزیم دیکھے اور پھر اپنے چھوٹے سے گندے ہوٹل چلے گئے۔ جیسے ہی ہم کمرے میں داخل ہوئے وہ غسل خانے گھس گئی اور نہا دھو کر باہر نکلی۔ میں نے اسٹور سے جو بیئر خریدی تھی وہ گرم ہوگئی تھی مگر میں نے ویسے ہی پی لی۔

''جہنم میں تم جنسی عمل کیسے کرتے ہو؟''۔اس نے سوال کیا۔

''میں نے جہنم میں جنسی فعل نہیں کیا۔''

''جھوٹے کہیں کے۔ میرا خیال ہے تم ایک ہی کام کر سکتے ہو''۔

''تم یہ کیوں سمجھتی ہو کہ میں صرف یہی کام کر سکتا ہوں؟''۔

"کیونکہ تمہیں دیکھ کر مجھے متلی ہونے لگتی ہے"۔

"تو پھر تم میرے ساتھ کیوں سوئیں؟"۔

"تمہیں اندازہ ہے اس حالت کا جب تمہارا قے کرنے کو جی چاہتا ہو؟۔ میرا پیٹ ہمیشہ الٹی سیدھی چیزوں سے بھرا رہتا ہے۔اس وقت میرا جنسی فعل کو جی چاہتا ہے"۔

"ڈیپارٹمنٹ اسٹور کی نوکری چھوڑنے کے بعد تم نے کیا کام کیا؟"۔

"میں نے ایک بار میں کام کیا"۔

"تم وہاں بارٹینڈر تھیں؟"۔

"نہیں، میں بہت چھوٹی تھی، وہ مجھے شرابیں ایک دوسرے میں ملانے نہیں دیتے تھے۔"

"پھر تم وہاں کیا کرتی تھیں۔"

"میں وہاں نمائشی مجسمہ بن کر کھڑی ہوئی تھی۔"

"نمائشی مجسمہ؟"۔ مجھے Mannequin فلم یاد آگئی۔وہ فلم ایک ایسے آدمی کے بارے میں تھی جو ایک ایسے پلاسٹک کے ماڈل سے محبت کرنے لگتا ہے جو انسان بن جاتا ہے۔کیا انسان نمائشی مجسمے سے زیادہ اچھے ہیں؟ کارٹون کے راکھشس اور سائی بورگ انسان بننے کے لئے اتنے بے چین کیوں رہتے ہیں۔

"میں مجسمہ بن کے بار میں بیٹھی رہتی تھی۔ میں بار کی کرسی پر نہیں بیٹھتی تھی بلکہ بار کے اوپر بیٹھتی تھی۔"

"تم وہاں کیا کرتی تھیں؟"۔

"میں کاغذ کا لباس پہنے ہوتی تھی۔"

"واہ، کیا مسخرہ پن ہے۔"

"وہ لباس کاغذ کے پرزوں سے بنا ہوتا تھا ایک ایک کر کے پرزے اتارنے ہوتے تھے۔ ہر پرزے پر قیمت لکھی ہوتی تھی۔ لوگ شراب پیتے، مجھے دیکھتے اور قیمت کے حساب سے کوئی پرزہ اٹھا لیتے۔ مجھے خاموش رہنے کا حکم تھا۔ لوگ ہمیشہ مجھ سے باتیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کاغذ کا کوئی اتارتے وقت میرے چہرے کے تاثرات کیسے ہوتے ہیں"۔

''میں ہوتا تو میں بھی یہی چاہتا''

''ہاں، مگر میں بہت چھوٹی تھی میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔تم جانتے ہو انسان کیسے عجیب وغریب ہوتے ہیں۔ جب میں کاغذ کے پرزوں کا لباس بالکل ہی مختلف ہو جاتی تھی۔کوئی ایک پرزہ کھینچ کر اتارتا تو مجھے بہت برا لگتا۔ اس وقت میرا جی چاہتا کہ کوئی سارے پرزے ہی اتار لے۔ میں ردّی کے پرزوں سے بنا ہوا مجسمہ ہوتی۔ کاغذ کے ایسے پرزوں سے جنہیں دولت میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔کبھی تمہیں ایسا احساس ہوتا ہے؟ مجھے شبہ ہے۔ مجسمے کے جذبات سمجھنا بہت مشکل ہے''۔

''ہوں۔''

''ایک دن وہ آدمی آیا۔ اس کے بعد ہر رات وہ میرے سامنے بیٹھتا اور شراب پیتا رہتا۔ ایک بار بھی اس نے مجھ سے بات نہیں کی۔ اس نے بیئر کا ایک گلاس پیا، پھر میرے بائیں پستان سے تیس ہانگ کانگ ڈالر کا پرزہ اتار لیا۔دوسری رات بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر تیسری رات بھی یہی کیا۔ وہ معمولی تنخواہ پانے والا آدمی تھا۔ وہ شکنیں پڑا ہوا سوٹ پہنے ہوتا۔ اس کی ٹائی بھی گھٹیا ہوتی۔ میں اسے بہت کچھ دینا چاہتی تھی۔مگر ایسا نہیں کر سکی۔ اگر کسی گاہک کے ساتھ مجھے سوتے ہوئے پکڑ لیا جاتا تو میرا بایاں پستان کاٹ لیا جاتا۔وہ پورے مہینے اسی طرح آتا رہا۔ میرا بایاں پستان دیکھتا اور گھر چلا جاتا۔ مجھے لگا جیسے میں پاگل ہو جاؤں گی۔

اس نے میرا بیئر کا گلاس اٹھایا اور ایک گھونٹ لیا۔

''پھر ایک رات ایک اور آدمی آیا۔ اس نے امانی کا قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا،اور وہ چھوٹا موٹا بدمعاش نظر آتا تھا۔ اس نے میرے سامنے بیٹھتے ہی سب سے قیمتی تین سو ڈالر کا پرزہ اتارا۔ اس نے باقی پرزے اس طرح چھوڑ دیئے۔ مجھے کم بے عزتی محسوس ہوئی۔ مگر پھر اس نے تمام پرزے اتار لئے حتیٰ کہ سب سے سستا پرزہ بھی اتار لیا۔ پھر اس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اس آدمی نے مجھے کپڑے پہنائے اور مجھے اپنی کار میں بٹھا لیا۔ وہ پہلا آدمی تھا جس نے سارے کاغذ اتارے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ مجھے اس سے محبت کرنا چاہیئے۔

اس نے بوتل سے کوک پی۔

میں نے اس کے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ میں گھر پر کاغذ کا لباس پہنتی ۔صرف ایک

آدمی کے لئے۔ اس کے لئے۔ ہر مرتبہ وہ کاغذ کا ایک پرزہ اتارتا اور مجھے قیمت ادا کرتا۔ پھر میں اس کے لئے کام کرتی۔ میں اس کے ساتھ کبھی نہیں سوئی۔ اس کے بجائے میں اس کی الٹی سیدھی چیزیں پیتی رہی۔ اس کے گھر میں منرل واٹر ہوتا تھا۔ میں وہ پیتی رہتی تھی۔ پھر مجھے اس پانی میں گندگی کی بو آنے لگی۔ اس کی گندگی میں بوتل میں اکٹھی کرنے لگی۔ اور ایک دن میں اس کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ اس کی گدی پر پستول رکھا اور اسی سے کہا کے یہ سارا گندتم پیو۔ اس نے پیا اور قے کردی۔ میں اسی وقت وہاں سے چلی آئی۔ اس کے بعد میں اس سفر پر روانہ ہوگئی۔

اس کی یہ کہانی جھوٹی لگتی تھی۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جھوٹ کہاں ختم ہوتا تھا۔ شاید آخری حصہ جھوٹ ہو۔ ہوسکتا ہے اس آدمی نے ہی اسے نکال دیا ہو۔ شاید اس نے سوچا ہی ہوتا ہر رات آدمی کی گدی پر وہ پستول رکھتی ہے اور اسے گند پلاتی ہے۔ مگر اس سے فرق نہیں پڑتا۔ اس کی کہانی سچی تھی یا جھوٹی بہرحال یہ حقیقت تھی کہ جب بھی وہ پانی پیتی اسے قے آجاتی۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہوگا کہ وہ ایسا کرتی تھی۔

''میرا خیال ہے ہم دونوں گھروں سے بھاگے ہوئے ہیں''۔ میں نے اسے تسلی دی۔

''تم کس سے بھاگے ہو؟''۔

''میں تمہاری طرح ایسی بے چین حالت میں نہیں ہوں۔ میں ہمیشہ اپنے آپ سے بھاگتا ہوں۔ مجھے جہنم میں ایسا کرنا پڑتا ہے۔''

''تم اپنی گندگی اپنی گندگی پینے کی کوشش کرو۔ پھر تمہیں بھاگنے کی ضرورت نہیں ہوگی''۔ وہ تلخی سے مسکرائی اور دوسری چھلانگ لگا کر میری گود میں بیٹھ گئی۔ ہمارے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ ہم پانی میں پانی پی سکتا تھا۔ اگرچہ ہم اتنے قریب تھے مگر ہمارے درمیان ایک ایسا دریا تھا جسے ہم پار کرسکتے تھے۔

آخر ہم کرسی سے اٹھ گئے۔ اس نے کوک کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر میری واٹر کی بوتل اٹھالی۔ ہوسکتا ہے اندھیرے میں اس نے سوچا ہو کہ یہ پانی کی بوتل ہے۔ میں اسے چھوڑ کر آگیا۔ میں نے سوچا قے کرتی رہو۔ جب پیٹ خالی ہو جائے گا تو قے بھی بند ہو جائے گی۔

دوسرے دن ہم ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ میں یونان جانے کیلئے برنڈیسی روانہ

ہوگیا اور وہ وینس چل دی۔ خوش قسمتی سے میری ریل گاڑی پہلے روانہ ہوئی۔ اس نے پلیٹ فارم سے ہاتھ ہلایا میں سوچتا رہا کہ وہ ہانگ کانگ جائے گی یا نہیں۔

میں کمپیوٹر کے پاس جاتا ہوں اور فائل دوبارہ کھول لیتا ہوں مجھے ناول کا آخری باب ایڈٹ کرنا ہے۔ امید ہے صبح ہونے سے پہلے یہ مکمل ہو جائے گا۔ میں رات کو جب کام کرتا ہوں تو صبح کو طلوع ہونے والا سورج ہی مجھے کام سے روکتا ہے۔ میں نے جوڈتھ اور ہانگ کانگ والی عورت کا خیال دل سے نکالا اور کام میں جت گیا۔

چوتھا حصہ

میمی

"اب اکتاہٹ میری محبوبہ نہیں ہے۔"

آرتھر رائیل Bad Blood

سی کو کے کا فون آیا تو اس کے دل نے کہا کہ یہ جوڈتھ کے بارے میں ہوگا۔ کے کو ہمیشہ صبح ہی صبح بری خبر ملتی ہے۔ کے نے افسردہ آواز میں بتایا کہ جوڈتھ بڑے سکون کے ساتھ مرگئی ہے۔

''اس نے سی کا جواب سنے بغیر ہی ٹیلی فون بند کر دیا۔ سی نے گھڑی دیکھی ۔ صبح کے دس بجے تھے۔ اس نے کھڑی کا پردہ کھولا۔ دھوپ سے کمرہ بھر گیا۔ اس کا سر خالی خالی تھا۔ وہ سگریٹ پینے بالکنی پر گیا۔ اس نے ریلنگ پر جھک کر نیچے دیکھا۔ بیسویں منزل سے ایسا لگ رہا تھا کہ دنیا معمول کے مطابق چل رہی ہے۔ آج صبح کوئی بھی اس عورت کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا۔ جو جوڈتھ سے مشابہت رکھتی تھی۔ اس نے سگریٹ بجھایا، اندر باورچی خانے گیا اور رات کی گندی پلیٹیں دھونے لگا۔ پھر انہیں ڈش ریک میں رکھ دیا۔

اسٹو پر پانی ابل رہا تھا۔ اس نے کافی بنائی اور ایک دن کا رکھا ہوا توس کھایا۔ اخبار کے اندر آدھے صفحے پر ایک مضمون تھا اس نمائش کے بارے میں جس کا افتتاح آج ہونے والا تھا۔ اس کے کام کے بارے میں صرف دوسطریں تھیں۔ چنانچہ ناشتہ ختم کے تک اس نے پورا مضمون پڑھ ڈالا۔ مضمون دراصل گیلری کی اشتہاری مہم کے سلسلے میں تھا۔ اسے اخبار میں دوبارہ چھاپا گیا تھا۔ اخبار کے دوسرے مضامین کی صداقت اسے زیادہ اعتبار نہیں تھا اس لئے اس نے صرف ان کی سرخیاں پڑھیں۔ اور اخبار ایک طرف رکھ دیا۔

سی کو وہ برفانی دن یاد آیا جب جوڈتھ برف گاڑی پر غائب ہوگئی تھی۔ وہ دن اس کے لئے زیادہ سے زیادہ حقیقی بنتا جا رہا تھا۔ جوڈتھ کی غیر حاضری اس کی زندگی میں زیادہ زیادہ سے دخیل ہوتی جا رہی تھی حالانکہ کئی مہینے سے اس نے جوڈتھ کو یاد کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ صوفے میں دھنس گیا اور جوڈتھ کو یاد کرنے لگا۔ لیکن اس کی کوئی خاص بات یاد نہیں آ رہی تھی حتی کہ اس کا چہرہ بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ البتہ قطب شمالی، چپاچپا چیونگ گم،

برف گاڑی اور اس کے ساتھ سونے کے دھندلے واقعات اس کے دماغ میں گھوم رہے تھے۔

ٹیلی فون کی گھنٹی کئی بار بجی پھر آنسرنگ مشین پر ایک آواز آئی۔ وہ شیو بنا رہا تھا تو میمی کی آواز آئی۔

''تم گھر پر ہو؟ میں آ رہی ہوں۔''

استرے نے اس کا گال زخمی کر دیا۔ خون نے سفید جھاگ کو گلابی کر دیا۔ اس نے اولڈ اسپائس زخم پر لگایا۔ اولڈ اسپائس کی شیشی پر ایک بحری جہاز کی تصویر تھی جو گرم مسالوں کی تلاش میں جا رہا تھا۔ زخم میں جلن ہو رہی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں گیا اور کپڑے بدلے۔ دروازے کی گھنٹی بجی۔

''کافی''۔ میمی نے آہستہ سے کہا۔ جیسے وہ کوئی بہت ہی بڑا راز کھول رہی ہو۔

''میرے ہاں کافی نہیں ہے۔ تم لیمن چائے پیو گی؟''۔

اس نے نفی میں سر ہلایا''چلو، کافی کے دانے گرائنڈ کر لو میں انتظار کر لوں گی۔

میں کافی کے دانے گرائنڈ کرنے باورچی خانے میں گا ی۔ وہ کافی کے دانے پیس رہا تھا تو وہ گنگنا رہی تھی۔ وہ اکثر ایسے گانے گنگنایا کرتی جو اسے یاد نہیں تھے۔ اس نے جب تک کافی بنائی وہ صوفے میں دھنسی ہوئی گنگناتی رہی۔ میں نے نیلے گم میں کافی ڈالی اور اسے پیش کی۔ میمی نے اسے ہی نہیں لگایا۔ وہ بالکنی کی طرف دیکھتی رہی۔

''آج ہم کام کر رہے ہیں؟''۔ میمی نے بالکنی کی طرف نظریں کئے کئے سوال کیا۔

''آج؟''۔

''اس نے اثبات میں سر ہلایا۔''میں آج کام کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ کھڑی ہوگئی اور اپنا اسکرٹ اتارنے لگی۔ سی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا'' ابھی اسکرٹ اتارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کافی پیو''

میمی نے اسکرٹ اور سوئیٹر دونوں اتار دیئے۔ انہیں چڑھائے رکھنا ضروری نہیں ہے۔ مجھے چادر دے دو۔''

وہ اس کے لئے چادر لایا جو میمی کے لیے بہت بڑی تھی۔ چادر اوڑھنے کے بعد اس نے کافی کا مگ اٹھایا۔ پھر وہیں ہاتھ میں مگ پکڑے پکڑے اس نے دوسرا ہاتھ پیچھے کر کے

بالوں میں لگی ربن نکالی اور بال کھول لئے۔اس کے براؤن بال اس کی پیٹھ پہ ایسے بکھر گئے جیسے کمرہ ان سے بھر گیا ہو۔سی کو نشہ سا آ گیا۔میمی نے بال سیدھے کرنے کے لئے کئی بار سر جھٹکا۔ صابن کی خوشبو نے سی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس نے گرم گرم کافی سے اپنے ہونٹ جلا لئے۔

تین مہینے پہلے صبح ہی صبح سی وائیہاک اسٹریٹ کے ایک کیفے میں بیٹھا تھا۔ گلی کی دوسری جانب ایک اور کیفے تھا۔گلی اتنی تنگ تھی کہ دو گاڑیاں بھی ایک دوسرے کا سائیڈ مرر رگڑے بغیر نہیں گزر سکتی تھیں۔ وہ ایک فن پارے کے بارے میں بات کرنے کے لئے ایک دوست کا انتظار کر رہا تھا۔وہ دوست کو ایک گھنٹہ دیر ہو گئی تھی۔سی جانتا تھا کہ وہ دست ہمیشہ دیر کر دیتا ہے پھر بھی وقت پر پہنچ جاتا ہے۔اسے کسی کا انتظار کرنا اچھا لگتا تھا۔ اس عرصے میں وہ کوئی کتاب پڑھتا یا لوگوں کو دیکھتا رہتا۔یہی وقت ہوتا جب وہ کوئی ذمہ داری محسوس نہ کرتا۔ وہ تخلیقی کام کے فرض سے بھی آزاد ہوتا۔اس کے برعکس کسی سے انتظار کرانا اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ دیر سے پہنچنے پر اسکے اندر گھبراہٹ پیدا ہو جاتی تھی۔ اسی لئے سی دوسروں کا انتظار کرنا ہی مناسب سمجھتا تھا۔

کیفے کی بڑی کھڑکی کے سامنے دلکش منظر تھا۔ سامنے والا کیفے بھی ایسا ہی تھا۔سی ایسا لگا جیسے وہ آئینے میں دیکھ رہا ہو۔سی کھڑکی کے سامنے بیٹھا گلی کے پار والے کیفے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جہاں ایک آدمی گرے سوٹ پہنے ایک آدمی کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔کبھی کبھی ان کی نظریں مل بھی جاتیں جس سے سی گھبرا جاتا۔ایسے موقع پر وہ اپنی نظریں ہٹا کر گلی میں چلنے والے لوگوں کو دیکھنے لگتا وہاں گزرنے والے لوگوں کی نظریں بھی اس سے ملتی اور وہ ایک دوسرے کو دیکھتے۔وہ کھڑکی سینما کی اسکرین کی طرح تھی۔ وہ اداکار تھا جو کافی پی رہا تھا اور گلی میں گزرنے والے تماشائی تھے۔یا اس کا الٹ بھی ہو سکتا ہے۔ وہاں سے گزرنے والے اداکار ہو سکتے ہیں۔گزرنے والا ایک، گزرنے والا دو، گزرنے والا تین۔ اکثر لوگ اسے دیکھے بغیر ہی گزر جاتے، وہ پیشہ ورانہ طور پر اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔مگر کچھ لوگ پہلی بار کام کرنے والے ایکسٹرا کی طرح کیمرے کی آنکھ میں دیکھتے تھے۔ جب بھی ایسا ہوتا اسے غصہ آ جاتا۔سی اپنے دوست کا انتظار کرتا رہا۔کبھی تماشائی کی طرح اور کبھی اداکار کی طرح۔

جب وہ اکتا گیا تو وہ اس فن پارے کے بارے میں سوچنے لگا جس کی وہ نمائش کرنے والا ھتا۔ اس کے دماغ میں ایک دھندلا سا خیال تھا۔ ایسا فن پارہ جو ویڈیو اور پرفارمنس آرٹ کا امتزاج ہو۔س کے ذہن کوئی خاص موضوع ہائیکنگ نہیں تھی جسے وہ استعمال کرتا۔ اس کا ذہن ایک شاندارفن پارے کی طرف جو کرسٹو کے بحرالکاہل کو چادر سے ڈھانپنے والے ماحولیاتی آرٹ اور حقیقت پسندانہ فن، جس میں اس کے پاس دو کیم کارڈر اور ایک میک ہے، کے درمیان گھومتا رہتا۔وہ بحرالکاہل اور اپارٹمنٹ اسٹوڈیو کے درمیان ہی گھوم رہا تھا کہ سامنے والے کیفے میں ایک عورت داخل ہوئی۔ اسے اب بھی یادہ ہے کہ ہوا اس عورت کے لمبے بال کیسے اڑا رہی تھی کہ وہ الجھ جاتے اور پھر سیدھے ہوجاتے۔ جیسے فوارے کا پانی۔ وہ نظروں سے اس کا تعاقب کرتا رہا۔ جب عورت کھڑکی کے پاس اس کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئی ۔ اس کی کافی ٹرے میں رکھی تھی۔عورت نے چمڑے کی ہلکی سی جیکٹ اور نکر پہن رکھا تھا۔ کھڑکی میں سے وہ اس عورت کے پاؤں دیکھ سکتا تھا۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔

وہ مختلف تھا۔ اس لئے نہیں کہ اس کا اسٹائل منفرد تھا یا وہ غلط انداز سے بیٹھی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا چیز اسے خوبصورت بنا رہی تھی۔ اس وقت جب اس کے بلائے ہوئے سگریٹ کی راکھ کافی میں گری تو اسے اس عورت کی خوبصورتی کا راز معلوم ہوا۔عورت نے ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ دھوپ میں بیٹھی نزاکت کے ساتھ کافی کی چسکیاں لیتی رہی۔ اس نے کتاب بھی نہیں کھولی ۔ پرس بھی نہیں چھوڑا اور میک اپ بھی ٹھیک نہیں کیا۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ کھڑکی کی اسکرین پر وہ اپنے آپ کو پیش کرنے کی طرف زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ اس کی حرکت صرف اتنی تھی کہ ج بھی وہ جھکتی تو اس کے بعد سیدھے ہوکر اپنے شانوں پر بکھرنے والے بال ٹھیک کرتی۔ اور جھٹکے سے اوپر کرتی۔

''معافی چاہتا ہوں۔ کافی دیر سے انتظار کر رہے ہو؟''۔

اس کا دوست آ گیا تھا۔سی کی آنکھوں میں جلن ہونے لگی تھی کیونکہ وہ بہت دیر سے کھڑکیوں کے پار اس عورت کو تاکنے میں مگن تھا۔ اس دوست انسا ڈونگ کی جی گیلری کا منتظم تھا جہاں سی کے فن پاروں کی نمائش ہونے والی تھی۔ وہ دوست بیٹھ گیا اور گلی کے پار سی کی نظروں کے نشانے کو دیکھنے لگا۔سی ادھر سے اپنی نظریں ہٹا نہیں پایا تھا۔

''وہ وہاں کیا کر رہی ہے؟''۔ دوست نے قہقہہ لگایا۔ وہ اٹھا اور گلی پار کر کے دوسرے

کیفے میں گیا اور عورت کو اپنے ساتھ لے آیا۔ یہ عجیب و غریب منظر تھا۔ سی گھبرا گیا۔ بالکل ایسے جیسے وہ ٹیلی ویژن پر شیر کو اپنی طرف چھلانگ لگاتے دیکھ کر گھبرا جاتا تھا۔ وہ عورت اسکرین اور کیمرے سے نکل کر اب اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ اب وہ ہڑ بڑا گیا تھا۔

دوست نے تعارف کرایا۔ ''یہ میمی ہے۔ تم اسے ضرور جانتے ہو گے؟ کہ یہ کون ہے۔ دونوں نے احترام میں سر ہلایا۔ کئی محفلوں میں لوگوں نے میمی کے فن کے بارے میں باتیں کی تھیں۔ لیکن اسے خیال ہی نہیں تھا کہ وہ اس طرح اس سے ملے گا۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور اپنے دوست کو باتیں کرنے دیں۔

''ہم نے انہیں اختتامی رات پر اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کی دعوت دی۔ ہم چاہتے تھے کہ افتتاح زوردار طریقے سے ہو۔ ہمارا خیال ہے یہ اچھا ملا جلا مظاہر ہو گا۔ کیونکہ ہم زیادہ تر ویڈیو وغیرہ کی نمائش کر رہے ہیں۔'' سی کے دوست نے اس کی طرف ایسی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا جیسے اس بات پر خوش نہیں ہے کہ سی اس عورت کو عجیب و غریب انداز سے دیکھ رہا ہے۔ عورت کا چہرہ زرد تھا، آنکھوں کے گرد ہلکا خاختسی آئی شیڈو لگایا ہوا تھا۔ جو اس کی پہلی جلد کے ساتھ مل کر سوقیانہ رنگ دے رہا تھا۔ وہ تیس کے پیٹے میں معلوم ہوتی تھی اور کسی نہ کسی طرح جوڈتھ سے نل رہی تھی۔ بظاہر ان دونوں میں کوئی مماثلت نظر نہیں کیونکہ جوڈتھ کو کسی چیز سے بھی دلچسپی نہیں تھی اور بہت خود اعتماد اور تجربہ کار لگ رہی تھی۔ کیا اس کی خوشبو ہے؟۔ اس کے بیٹھنے کا انداز ہے؟۔ یا جس طرح وہ لوگوں کو دیکھ رہی ہے؟۔ سی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

سی کا دوست نمائش اور اس کے اغراض و مقاصد کے بارے میں باتیں کر رہا تھا لیکن میمی بیزار نظر آ رہی تھی۔ اس کی بیگانگی اور نمائش سے عدم دلچسپی کی وجہ سے سی کے دوست کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نظر آ رہے تھے۔ آخر دوست نے میمی سے کہا کہ کیا وہ افتتاح کی رات اپنے فن کا مظاہرہ کر کے ہماری عزت افزائی کریں گی؟ لگتا تو ایسا تھا جیسے وہ انکار کر دے گی مگر وہ فوراً راضی ہو گئی۔ دوست نے سی کی طرف دیکھ جو میمی کی رضامندی پر حیران تھا۔ سی کو خیال آیا کہ خاموشی توڑنے کے لئے اسے کچھ کہنا چاہئے۔

''بہت خوب، یقیناً بہت زبردست نمائش ہو گی۔''

وہ تھوڑا سا مسکرائی۔ اس نے پوچھا ''آپ کس قسم کا کام کرتے ہیں؟ سی جھجکا۔ اس کی

سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہے۔ اس کے دوست نے جواب دیا۔

''اوو سی؟۔ انہوں نے مگرب کے آرٹ کالج میں تعلیم حاصل کی ہے۔ لیکن اب یہ ویڈیو وغیرہ کا کام کرتے ہیں۔ اصل ویڈیو سے ہی ان کی آمدنی ہوتی ہے۔'' دوست نے سی کو ایسے دیکھا جیسے اس سے تصدیق چاہتا ہو۔ سی نے اثبات میں سر ہلایا۔

''نمائش میں آپ کیا پیش کر رہے ہیں؟''۔ میمی نے پوچھا سی نے دیکھا کہ میمی کی آنکھیں جو دوست کی باتوں کے دوران بیزار سی دکھائی دے رہی تھیں اب چمکنے لگی تھیں۔

''ابھی تو تیاریاں ہی ہو رہی ہیں۔ ابھی بتا نہیں سکتا کہ کیا پیش کیا جائے گا''۔

''اچھا اچھا''۔ اس کے چہرے پر پھر بیزاری چھا گئی۔ اس نے ہونٹ گول کئے اور استرا منہ میں لے کر وہ کیوی جوس پینے لگی جس کا اس نے آرڈر کیا تھا۔ سی نے آنکھیں بند کر کے خیالوں ہی خیالوں میں ہرا جوس میمی کے حلق سے اترتے اور اس کے بدن میں پھیلتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اس کا پورا بدن ہرا ہوتے دیکھا کہ جیسے جوس اس کی رگوں میں سرایت کرتا جا رہا ہو۔ تخیل نے سی کا دماغ سترہ انچ کا اسکرین بنا دیا تھا جس سے دنیا دیکھ رہا تھا۔ سی کے دماغ کا اسکرین میمی کے جوس پینے کی تصویر پیش کر رہا تھا۔ یہ تصویر واضح ہو کر اصل میمی میں گڈ مڈ ہو گئی۔

سی نے سانس روکی اور اچانک پیش کش کر دی ''آپ میرے ساتھ کام کریں گی؟۔''

میمی کو جیسے کوئی حیرت نہیں ہوئی مگر وہ تھوڑا سا جھجکی، کرسی پر پہلو بدلا، سے کے بال جھٹک کر کاندھوں پر ڈالے اور بولی ''معاف کیجئے، میں سمجھی نہیں''۔

''میں آپ کے فن کا مظاہرہ اسکرین پر پیش کرنا چاہوں گا۔ اسے ایڈٹ کروں گا اور آپ سب کے سامنے پیش کریں گی۔ آپ کے پیچھے میرا کام ہو گا یہ جیتے جاگتے فنی مظاہرے اور ویڈیو آرٹ کی آمیزش ہو گی۔

اس کی ہتھیلی پر پسینہ آنے لگا۔ وہ پورے زور و شور سے اسے راضی کرنے کی کوشش کر رہا تھا حالانکہ اسے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ میمی سے کیا چاہتا ہے۔ اس کے اندر ایک بے پناہ خواہش تھی جس پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا کہ اسے فلم میں بند کر لے۔ وہ خطرناک حد تک اس کی طرف راغب ہو رہا تھا۔ وہ بے قابو ہوا جا رہا تھا۔ میمی نے خاموشی سے سی کی آنکھوں میں جھانکا۔

''آپ سائیکل چلانا چاہتے ہیں؟''۔میمی نے خاموشی توڑی''۔

''جی ہاں۔'' اس نیکہا۔ اسے اچانک موضوع تبدیل کرنے پر حیرت ہوئی۔

''بے شمار لوگوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے سائیکل چلانا سکھائیں گے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اپنے آپ خود ہی سائیکل سیکھنا مشکل ہے۔ میں سائیکل چلاتی اور وہ پیچھے سے سائیکل پکڑ لیتے۔ مگر جیسے ہی وہ چھوڑتے میں گڑ بڑا جاتی اور گر پڑتی۔ اب جو بھی مجھ سے کہتا ہے کہ وہ مجھے سائیکل چلانا سکھائے گا تو میں اسے شک کی نظر اسے دیکھتی ہوں''۔

سی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ سائیکل چلانے کی بات کیوں کر رہی ہے۔ لیکن اس نے دخل نہیں دیا۔

''اب آپ نے میری فلم بنانے کی بات کی ہے تو مجھے وہ لوگ یاد آگئے جو مجھے سائیکل چلانا سکھانا چاہتے تھے۔ لیکن ابھی تک میں سمجھ نہیں سکی کہ میں نے اپنی فنی مظاہرے کی کوئی فلم کیوں نہیں بنائی یا اس کی کوئی تصویر کیوں نہیں کھینچی؟۔ شاید یہ وجہ ہو کہ یہ سائیکل چلانے سے بھی زیادہ خطرناک ہو۔ یا شاید اس لئے کہ یہ نئی بات ہے''۔

''وہ خاموش ہوئی اور اپنے بالوں سے کھلنے لگی۔

''اسے ایک موقع دو۔ سی بہت ہی ذہین آدمی ہے'' دوست نے کہا۔

میمی مسکرائی'' آج عجیب دن ہے۔ ایسا دن جب کسی سے انکار نہیں کر سکتے۔''

اس نے اپنے پرس سے کاغذ نکالا اس پر اپنا نمبر لکھا اور سی کو دے دیا۔

''مجھے فون کر لیجئے۔ مگر میں اپنا ارادہ بدل بھی سکتی ہوں'' یہ کہہ کر وہ اپنے سائے کی لکیر چھوڑتی ہوئی کیفے سے چلی گئی۔

''زبردست عورت ہے نا؟۔'' دوست نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔''عورتیں دو قسم کی ہوتی ہیں، ورغلانے والی اور لئے دیئے رہنے والی''۔

''وہ تمہارے خیال میں کیسی ہے؟''۔سی نے پوچھا۔

''میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ اسے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ قربت پیدا کی جائے۔ عجیب بات یہ ہے کہ وہ اپنی تصویر یا فلم بنوانا پسند نہیں کرتی۔ معلوم ہے تمہیں؟''۔

''نہیں''، سی نے سر ہلایا۔

''وہ کبھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ آپ اس کے فن کا مظاہرہ سامنے بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے یہ دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ حیرت انگیز ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اصل سے زیادہ شاندار اس لئے کہا جاتا ہو کہ اس کی شہرت ایک دوسرے کی زبانی ہی یہاں تک پہنچی ہے۔ بہرحال ہوشیار رہو۔ بہت سے لوگ اس کے قریب جانے کی کوشش میں نقصان اٹھا چکے ہیں۔''

دوست کے خبردار کرنے سے پہلے ہی سی کے دل میں کد بد ہونا شروع ہوگئی تھی۔ سی یہ نہیں بھولا تھا کہ وہ جس کی طرف بھی راغب ہوتا ہے وہ اسے مصیبت میں ڈال دیتی ہے۔ تتلیاں پکڑنے کا شوق ایسا تھا جس نے پہلی مرتبہ اسے اپنی طرف راغب کیا تھا۔ اس کا یہ مشغل ابھی تک اس کے دماغ پر سوار تھا، وہ تتلیاں پکرتا تھا اور ان کے جسم میں پن چبھو کر انہیں کاغذ پر لگا دیتا تھا۔

لیکن وہ اپنی قیمتی چیز کے جسم پر پن کیوں چبھوتا تھا؟۔ وہ اتنی کم عمر میں ایسا کام کیوں کرتا تھا جو وہ اب نہیں کرسکتا؟۔ کیا سے تتلیاں ورغلاتی تھیں یا تتلیاں پکڑنا اسے اچھا لگتا تھا؟۔

بہر حال، موسم بہار کے ایک دن تمام تتلیاں جل کر راکھ ہوگئی تھیں۔ باورچی خانے سے جو آگ لگی تھی اس نے پورا گھر جلا دیا تھا۔ سی اسکول سے واپس آیا تو اپنی تتلیوں کے غم میں روتا رہا تھا۔ اس کی ماں اسے تسلی دیتی رہی تھی کہ ''سی پریشان نہو، ہم دوبارہ گھر بنا لیں گے''۔

کے جوڈتھ کے گھر پہنچا تو دیکھا کی اس کی ایک ایک نشانی وہاں سے غائب ہو چکی تھی۔ اس گھر میں کوئی اور آ گیا تھا۔ کے گھر کے سامنے پارک کی بنچ پر بیٹھ گیا اور ریڈیو سننے لگا۔ صبح اس کے اور بھائی کے درمیان جو بات چیت ہوئی تھی اس نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ سی نے ایسے بے اعتنائی کے ساتھ سنا تھا جیسے صبح کے اخبار کی کوئی خبر ہو۔ سی جوڈتھ کے ساتھ سویا تھا۔ کیا اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے؟ کے اپنے بھائی کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ ایک ہفتے پہلے جوڈتھ نے نیند کی گولیاں کھائی تھیں اور گیس کھلی چھوڑ دی تھی۔ اس طرح اس نے خودکشی کر لی تھی۔ پانچ مہینے وہ جوڈتھ سے نہیں ملا تھا۔ اور وہ اس سے ملے بغیر اس طرح چلی گئی

تھی۔

جوڈتھ اور سی کے درمیان کیا ہوا تھا؟ کے صرف یہ جانتا تھا کہ سی کو بالکل علم نہیں تھا کہ سے یون کا انتقال ہو گیا ہے۔

کے کار اسٹارٹ ی۔ اسے تیزاب کی سی بو آئی جیسے انجن آئل جل رہا ہو، مگر اس نے اس کی پرواہ نہیں کی۔اس نے سیول بوسان ہائی وے کے ٹول پلازہ سے ٹکٹ لیا تب بھی وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔ جیسے ہی وہ پلازہ سے باہر نکلا اس نے کار کی رفتار تیز کردی، اس نے نہایت تیزی کے ساتھ بائیں ہاتھ والی لین میں کار ڈالی اور دوسری کاروں کو پیچھے چھورتا ہوا آگے نکل گیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا جسم پیچھے کھنچتا جا رہا ہو۔ اس کے جسم میں جو سنسنی دوڑ رہی تھی وہ بالکل نئی تھی، وہ تنہا محسوس کر رہا تھا۔ اس نے ایکسی لیٹر پر پاؤں اور دبا دیا۔

کے نے ٹیپ ڈیک میں وہ کیسٹ ڈالا جو اس نے چند دن پہلے سڑک پر بیٹھے ایک چھابڑی والے سے خریدا تھا اور پورا والیوم کھول دیا۔ کیسٹ میں جھرجھراہٹ ہوئی اور آواز تیز ہوگئی۔ کے نے چاروں دروازوں کے شیشے کھول دیئے، سڑک پر گزرتی گاڑیوں کی آواز اور کیسٹ کے شور میں کے کچھ سوچ ہی نہیں سکتا تھا، وہ بوسان پہنچا اور پھر سیول واپس آیا۔ اس طرح دو مرتبہ سفر کیا۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے ایک طرف گاڑی کھڑی کر کے سونے کوشش کی مگر نیند نہیں آئی۔

سی کا اسٹوڈیو میمی کی فلم بنانے کے لئے پوری طرح تیار نہیں تھا۔سی نے جلدی جلدی روشنیاں چیک کیں اور اپنے کینوس کھینچ کر اس نے فرش پر بچھایا اور رنگ ایک دوسرے میں ملائے۔ سیٹ تیار ہو گیا تو میمی نے اپنا لبادہ اتارا، اسے کھونٹی پر لٹکایا اور پوری ننگی ہو کر کینوس پر چلتی ہوئی آگے آئی۔ سفید کینوس صاف تھا۔ میمی نے کینوس اور کیم کارڈر کی غور سے دیکھا۔ پھر وہ اکڑوں بیٹھ گئی اور کینوس کی سطح پر ہاتھ پھیرا۔ وہ ہلکے سے مسکرائی اور خوش ہوئی کہ سطح کھردری تھی۔

سفید کینوس کسی نے لکھا تھا کہ قدیم انسان اس لئے آرٹ تخلیق کیا تھا کہ اس کے دل کی گہرائی میں کہیں ایک خوف موجود تھا۔ ایک صاف ستھری سفید دیوار اسے خوف زدہ کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بچے دیوار پر لکیریں کھینچتے ہیں اور کئی چمکتی ہوئی کار چاقو سے کھرچ

دیتے ہیں۔ فرنیچر اور پینٹنگ کے بغیر کمرے لوگوں کو خوف زدہ کرتے ہیں اس لئے وہ ان میں فرنیچر وغیرہ بھرتے رہتے ہیں۔ رات گئے کسی کا فون، جس پر صرف سانسوں کی آواز آ رہی ہو نیند اڑا دیتی ہے، خالی پن کوئی بات چیت نہیں۔

سی نے پینٹنگ کرنا شروع کی تھیں تو اسے اس بات نے بہت متاثر کیا تھا کہ خوف کی وجہ سے انسان نے تصویر کشی شروع کی تھی۔ اسے تسلی ہوئی کہ تصویر کشی کے ذریعے خوف پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ یہ تصویر کشی ہی اس کی آمدنی کا ذریعہ بن گئی۔ لیکن کبھی کبھی آج بھی وہ اپنے آپ سے سوال کرتا ہے کہ میں کس چیز سے خوف زدہ ہوں؟۔ سی نے میمی اور کینوس پر کیمرہ فوکس کیا۔ میمی نے کینوس پر چکر لگایا جیسے اسے کوئی شبہ ہو۔

''او کے، ہم شروع کرتے ہیں''۔ میں نے کہا۔

جوڈتھ نے وہسکی کی بوتل وے تیں گھونٹ لئے۔

''پینا بند کرو''۔ سی نے حکم دیا اور اس کے ہاتھ سے بوتل چھین لی اور پینٹ اوپر اٹھایا۔ میمی جھکی اور اپنے لمبے بال پینٹ میں ڈبوئے، آہستہ آہستہ کھڑی ہوئی اور کینوس کے اوپر بائیں جانب چلی گئی۔ اس نے اپنے بالوں سے پینٹ کرنا شروع کیا۔ جوں جوں وہ پینٹ کرتی جارہی تھی اس کے ہاتھ اور گھٹنے پینٹ سے بھرتے جاتے ار کینوس اور کینوس پر نیلا رنگ بکھرتا جاتا۔ کیمرے اس کے سامنے اور اس کے پہلو سے اس کی تصویریں بناتے رہتے۔ جب وہ اپنے بالوں سے پینٹ کرتی ہوئی کینوس کے بیچ میں پہنچی تو اس نے اپنے جسم سیدھا کر لیا۔ رنگ میں ڈوبے ہوئے اس کے بال سر کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے اور ان سے نیلا رنگ اس کے جسم پر ٹپک رہا تھا۔ رنگ ٹپکتا ہوا، اس کے سینے، اس کی پیٹھ اور اس کے کولہوں پر بکھرتا جا رہا تھا۔ اس نے اپنے بدن پر رنگ ملا تو وہ نیلی ہو گئی۔

''کیمرے میں نہ دیکھو''۔ سی نے کہا۔ اس کی آنکھیں کیمرے میں تھیں۔ مگر میمی نے اس کی بات نہ مانی۔ وہ کیمرے کے لینز پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ آخر اس نے اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر ملے اب جو اس نے کیمرے کی طرف دیکھا تو سی کی ریڑھ کی ہڈی میں خنکی سی دوڑ گئی۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اس پر ایک ناقابل بیان احساس جرم چھا گیا تھا۔

''چلو اب آرام کرتے ہیں۔'' سی نے ماتھے پر پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

میمی نے گہری سانس لی۔ وہ اپنی اصلی کیفیت میں آ چکی تھی وہ کینوس سے اتر آئے۔

''یہ رنگ دھونا چاہتی ہو؟''

''میمی نے نفی میں سر ہلایا۔ اس نے باقی بچی ہوئی وہسکی بھی پی ڈالی۔

''آپ دوسروں سے الگ ہیں''۔ میمی نے ہونٹوں سے بوتل ہٹاتے ہوئے کہا۔ اس کا بدن اندھیرے قبرستان میں جگنو کی طرح دمک رہا تھا۔ وہ بولتی رہی ۔ اس کا چہرہ نیلا رنگا ہوا تھا۔''میں بہت لوگوں سے ملی ہوں۔ ان کے ساتھ سوئی بھی ہوں۔ کبھی کبھی ان کے ساتھ رہی بھی ہوں۔ مگر وہ میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکے۔ معلوم نہیں کیوں۔ آپ نے مجھے کیسے قابو کر لیا۔ وہ کیا چیز ہے جو کہ آپ کو ان سے مختلف کرتی ہے؟''۔

اس نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کی وجہ سے اس کی محنت اور تھکن نہیں تھی بلکہ اس کی وہ شکل تھی جو عجیب و غریب منظر پیش کر رہی تھی۔ سی نے چند لمحے اس سے حسد محسوس کیا۔ میمی ایک ایسی فن کار تھی جو اپنے فن کی گہرائیوں میں خود ہی غرق ہو گئی تھی۔ سی اس طرح اپنے فن میں غرق نہیں ہو سکتا تھا حتی کہ اس وقت بھی جب وہ کام کر رہا ہو۔

میمی کیفے میں سی سے پہلی ملاقات کے تین دن بعد اس کے فلیٹ میں آئی تھی۔ انہوں نے اسٹوڈیو میں سی کے فن کی ویڈیو دیکھی۔ میمی نے دلچسپی ظاہر کی تھی۔ جس انداز سے وہ ٹیپ دیکھ رہی تھی اس سے سی نے محسوس کیا کہ وہ بورس وائیو کی پینٹنگ کی کردار نظر آ رہی ہے۔ سی کو اس کا نام یاد نہیں آ رہا تھا۔ وہ شکلیں تو یاد رکھ سکتا تھا مگر الفاظ اسے یاد نہیں رہتے تھے۔

''مجھے پرنارمنگ آرٹ پسند ہے یا اشاروں کا فن'' میمی نے کہا۔

''ویڈیو فن بہت دلچسپ ہے۔''اس نے احتیاط کے ساتھ ہمت کی۔

میمی نے اتفاق نہیں کیا۔''اس میں تو آپ کو صرف کیمرے کی آنکھ میں دیکھنا ہوتا ہے پھر منیٹر دیکھتے ہوئے آپ ایڈٹ کرتے ہیں۔ اس کے بغیر اسکرین پر دکھا دیتے ہیں۔ اگر اسے فلٹر کیا جائے تو وہ حقیقی چیز تو نہیں رہتی۔''

''میرے خیال میں تم ایسا سوچ سکتی ہو۔ مگر تمام آرٹ حقیقت کا عکاس نہیں ہوتا۔ ڈرائنگ یا مجسمہ سازی حقیقت کو تبدیل کر دیتی ہے اور زیادہ حقیقت پسندانہ بنا دیتی ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ آرٹ حقیقت کی عکاسی ہوتا ہے۔''

سی نے میمی کے تاثرات دیکھے۔ وہ اپنے خیالات پر قائم نظر آتی تھی۔

''پرفارمنگ آرٹ مختلف ہے!۔میں چیزوں سے آمنے سامنے ملتی ہوں۔ میں تماشائیوں کی نظروں میں موت اور ہوس دیکھتی ہوں۔ میں ان کی آنکھوں میں جو دیکھتی ہوں اس سے میرا فن تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اگر آرٹ کا مقصد خوبصورتی ، خاص طور سے جیتی جاگتی خوبصورتی کا سامنا کرنا ہے تو کیا آرٹ کے دوسرے اسلوب جعلی نہیں ہیں؟۔یہ سمجھوتا ہیں اور لافانی ہونے کی خواہش کی تلچھٹ ، پرفارمنگ آرٹ کی ساری تنقید سچے حُسن کے خوف سے پیدا ہوتی ہے۔ لوگ خوبصورتی کو اس لئے محفوظ کرتے ہیں تاکہ وہ لافانی ہو جائیں۔ وہ مردہ فن کے غلام ہوتے ہیں۔'' وہ جوش میں آگئی تھی۔

''لافانیت؟۔ لافانی ہونے میں کیا خرابی ہے؟۔ کیا ہم سب لافانی ہونا نہیں چاہتے ؟''

میمی نے اسے نفرت سے دیکھا۔''ٹھیک ہے۔ اب بحث بند کردو۔ ایک مردہ فن کے لئے میں اپنے آپ کو مجبور نہیں کرسکتی۔ زندگی مختصر ہے۔ اتنا وقت نہیں ہے کہ میں جو چاہتی ہوں وہ کرسکوں۔''

''تم کیمرے سے ڈرتی کیوں ہو؟''

میمی نے پوری آنکھیں کھولیں۔ اسے ہتک محسوس ہوئی تھی۔

''ڈرتی ہوں؟۔نہیں مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''خوف اکثر نفرت کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے۔ اگر تم سائیکل چلانا سیکھنا چاہتی ہو تو ہینڈل کو اس طرف رکھو جدھر تم گر رہی ہو اور زور سے پیڈل مارو۔''

میمی نے کافی دیر ان الفاظ پر غور کیا۔ خاموشی کے ساتھ۔ مگر اس کی خاموشی کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ مائل بھی ہوگئی ہے۔

''یہ بات تمہارے لئے بھی صیح نہیں ہے؟۔ تم روبرو میرے ساتھ رابطہ رکھنے سے ڈرتے ہو۔ کیا اسی لئے تم ویڈیو سامنے نہیں لائے ہو؟۔ کیوں کیا خیال ہے؟۔ اصل میں تو تمہیں ہینڈل گرنے والی سمت کی طرف رکھنا چاہئے۔'' اس کی آواز اونچی ہوتی جارہی تھی۔ مگر اس میں اعتماد کی کمی تھی۔ وہ بھی پریشان تھا۔

''اچھا پھر۔۔۔'' اس نے اپنی سانسیں درست کرتے ہوئے کہا۔''تو تم میرے ساتھ کام کرنے پر راضی کیوں ہوئیں؟ تم میرے اسٹوڈیو کیوں آئیں؟''

''میں نہیں جانتی۔'' اس نے پسپائی اختیار کی اور سگریٹ سلگایا۔ میں خود بھی نہیں

جانتی۔ کبھی کبھی میں سمجھتی ہوں کہ اگر میں نے کسی اور اسلوب مُں کام کیا تو وہ میرا کام نہیں رہے گا۔ اور اگر ایسا ہوا تو میں نے تمام رکاوٹوں کے باوجود جو کچھ کیا ہے وہ سب بکھر جائے گا۔ یہ احمقانہ خیال ہے۔ میں نہیں جانتی ہوں۔ دوسرے لوگ اسے کوئی بڑا مسئلہ نہیں سمجھتے۔ مگر میرا خیال ہے میں اسے بہت آگے تک لے گئی ہوں۔ اب میں سوچتی ہوں کہ کیا فنی تخلیق کا کوئی اور راستہ بھی ہے؟۔''

''ہوں، تو ہمیں اکٹھے کام کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔''

میمی نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے سگریٹ کے دھویں کی ایک لمبی لکیر منہ سے نکالی۔ نیلگوں دھویں سے کمرہ بھر گیا۔ وہ ہوا میں تحلیل ہوتے دھویں کو دیکھتی رہی۔

''میں ہائی اسکول میں تھی تو پہلی بار ایک آدمی کے ساتھ میں سوئی تھی۔ وہ کوریائی زبان کا استاد تھا۔ وہ مجھے باہر بلاتا تو اور قریب کے ہوٹل میں لے جاتا۔ کبھی تو وہ پیریڈ کے دوران ہی مجھے لے جاتا اور کبھی اتوار کو مجھ سے ملتا۔ یہ کوئی آبروریزی یا دونوں کی پسند نہیں تھی بلکہ ان دنوں کے درمیان کی کوئی چیز تھی۔ مجھے اس سے محبت نہیں تھی بلکہ وہ استاد جو دوسری لڑکیوں میں بہت مقبول تھا۔ میرے سامنے کپڑے اتارتا تو مجھے فخر محسوس ہوتا۔''

''پھر میں اس کی بیوی سے ملی۔ ایک عورت نے جسے میں نہیں جانتی تھی۔ مجھے کلاس میں سے اشارے سے بلایا۔ میں فوراً سمجھ گئی کہ وہ کون ہے۔ وہ برف کی طرح ٹھنڈی اور سخت تھی۔ اس نے بڑے سکون کے ساتھ مجھ سے کہا۔ ''تم ہی وہ لڑکی ہو۔ تم خوبصورت ہو۔ بہت حسین ہو۔ تم اپنے استاد کو پسند کرتی ہو؟۔ میں نے سر ہلایا۔ اس وجہ سے نہیں کہ میں اسے پسند کرتی تھی بلکہ اس لئے کہ مجھے اس عورت کا ٹھنڈا پن اور اس کے بات کرنے کا انداز اچھا نہیں لگا تھا۔ پھر اس عورت نے نرمی کے ساتھ ایسے کہا جیسے وہ اپنی چھوٹی بہن سے کہہ رہی ہو۔ ''تم یہ نہیں کرسکتیں۔ اس کے ساتھ یہ کھیل بند کرو۔ اب بتاؤ میں نے اس سے کیا کہا۔''

''معلوم نہیں۔'' سی نے کندھے اچکائے یہ سوچ کر میمی نے سر ہلا دیا ہوگا۔

''میں نے چیخ ماری اور پھر چیخیں مارنا شروع کر دیں۔ اتنی چیخیں ماریں کے تمام طلبہ اور استاد کلاسوں سے باہر آ گئے۔ میں آج تک اس عورت کے تاثرات نہیں بھول سکتی۔ وہ سکون کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ کس قسم کی انسان تھی؟ میں ڈر گئی۔

آخر کوریائی زبان کا استاد وہاں آ گیا۔ پھر اس کی بیوی نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور واپس چل دی۔ پُر اعتماد اور باوقار کھیل کے میدان کی طرف۔ ہر ایک سمجھ گیا تھا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ وہ استاد پھر اسکول نہیں آیا۔ ہم نے سنا کہ ان دونوں میں طلاق ہو گئی ہے۔ ہر ایک نے میرے اوپر الزام لگایا۔ کتنی غلط بات ہے۔ ہے نا؟''

میمی نے غسل کیا۔ اس نے اپنا پورا بدن اچھی طرح رگڑ رگڑ کر صاف کیا جیسے وہ متبرک پانی میں کوئی مذہبی رسم ادا کر رہی ہو۔ اس نے صابن اور شیمپو سے اپنے بال دھوئے اور نیلا رنگ صاف کیا۔

''اب ہم کس رنگ سے کام کریں گے؟'' میمی نے پوچھا۔

''سیاہ رنگ کے بارے میں کیا خیال ہے؟''۔

''میمی نے بال جھٹک کر آگے بکھرائے اور کالے پینٹ میں ایسے ڈبو دیئے جیسے وہ اکیلی بیٹھی ہو۔ اس کے بال پینٹ میں بھیگ کر اکڑ گئے تھے اور موقلم بن گئے تھے۔ وہ سخت ہو گئے تھے اور ان کی چمک جاتی رہی تھی۔ میمی کے بالوں کی تھرتھراہٹ نے سی کے اندر ایسی ہوس جگا دی تھی جسے دبانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے فلم بندی پر اپنی ساری توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کی۔

میمی کا جسم برش کا دستہ بن گیا تھا اور اس کے بال برش کے بال۔ سی میمی کی حرکات پر نیلگوں ویوفائنڈر کے ذریعہ نظر رکھ رہا تھا۔ کیمرے کے لینز کے ذریعہ دنیا دیکھنا اس کی عادت بن گئی تھی۔ اسے احساس تھا کہ جب وہ ادھر ادھر گھومتا ہے تو ہر منظر کو وہ ایسے دیکھتا جیسے وہ کسی فریم میں دیکھ رہا ہے اور وہاں جو شکلیں بنتی ہیں انہیں اصل شکلوں کے بجائے ٹیپ پر ایڈٹ کی ہوئی شکلوں کی صورت میں دیکھتا ہے۔ دراصل وہ ایڈٹ کی ہوئی شکلوں سے وابستہ ہو گیا تھا۔ ویڈیو کیمرہ اس کے لئے ڈھال کا کام دیتا تھا۔ جو اسے وسیع اور پھیلی ہوئی نامعلوم دنیا سے محفوظ رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی خوبصورت فن کار۔۔۔۔۔۔۔۔

ہوئی کے زیادہ قریب نہیں جاتا تھا۔ جس پر اس نے سوچ ہی رکھا تھا، اور جسے اپنی گرفت میں لیا تھا۔ میمی نے کوئی گیت گنگنانا شروع کیا جسے وہ پہچان نہیں سکا۔ اس نے سوچا شاید وہ رو رہی ہے۔

اس نے اپنے درمیان کا فاصلہ کبھی کم نہیں کیا تھا۔ وہ اداس ہوا یہ سوچ کر کہ وہ اس خلیج

کو کبھی پار نہیں کر سکتے کا جو اس کے اور دنیا کے درمیان ہے۔ وہ شے جسے وہ آرٹ کا نمونہ بنا دیتا ہے، وہ عورت جو اس کے ساتھ ہے۔ اس نے جوڈتھ کا سوچا جو قطب شمالی کی طرف سفر کر گئی تھی۔ جب وہ تیس سال کا ہوا تو اسے احساس ہوا کہ کسی دوسرے سے محبت کرنا ایک ہُنر ہے۔

کے کی ٹیکسی 170 سے 180 فی کلومیٹر کی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ وہ نہایت خطرناک انداز سے سیول بوسان ہائی وے پر دوڑی جا رہی تھی۔ سامنے سرنگ آئی اور چند سیکنڈ کے اندر اسے نگل گئی۔ اس کے کان میں گھنٹیاں بجنے کی آواز تیز ہوتی گئی مگر اس نے نہیں سنا۔ اس کے ہوش و حواس سست ہوتے جا رہے تھے۔ ہر چیز، اس کے چہرے پر تھپیڑے مارتی ہوئی ہوا، چیختی چلاتی موسیقی، تھکن، اس کی بھوک، اور رفتار دھندلی اور جیسے دور محسوس ہو رہی تھی جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو۔ ٹکر سے بچنے کا ہُنر کسی سوچے سمجھے فیصلے کے بجائے اس کا جبلی عمل تھا۔ سرنگ سے باہر نکلا تو اسپیکر اڑ گئے اور اپنے ساتھ موسیقی بھی لے اڑے، گھنی خاموشی باقی رہ گئی۔ اس کے جسم کو جھٹکا لگا، وہ خاموشی کا عادی نہیں تھا۔ اس کے کام جھنجھنا رہے تھے۔ ان میں ٹیسیں اٹھ رہی تھی۔ جیسے کوئی چھریاں مار رہا ہو۔ کار پھسلتی ہوئی آہستہ رفتار والی لین میں چلی گئی اور سڑک کے کنارے ہو گئی۔ اس نے بریک لگانے کے بجائے، پیڈل پر پیر مارا اور کار کا توازن ٹھیک کر لیا۔ وہ اپنی لین میں چلا گیا، صرف سائیڈ کی دیوار کار سے رگڑ گئی تھی۔ ناتجربہ کار ڈرائیور اس صورت میں بریک لگاتے ہیں جس سے گاڑی الٹ جاتی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ آپ اسٹیرنگ وھیل اور ایکسلیٹر کو نرمی سے دبائیں اور گاڑی کو قابو مُں رکھیں۔ کے نے گاڑی پر پوری طرح کنٹرول کر لیا تو اس نے رفتار آہستہ کی اور گاڑی روک لی۔ وہاں صرف ایک آواز آ رہی تھی اور وہ تھی وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں کی۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ ایک ایسی خاموشی کا تجربہ کر رہا ہے جو صرف ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے۔ خاموشی نے اسے پریشان کر دیا۔ باہر کی ہوا میں سانس لینے کے لئے وہ کار سے اتر آیا۔ میں کہاں جا رہا ہوں؟۔

کے اس کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ وہ اپنی کار کے پاس کھڑا سوچ رہا تھا کہ وہ کدھر جائے۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے پہلے کبھی اپنے آپ سے ایسا سوال نہیں کیا تھا۔ وہ ہمیشہ پہلے کار میں بیٹھتا، ایکسی لیٹر پر پیر دباتا اور پھر سوچتا اسے کہاں جانا ہے۔

میمی اس کے پاس اس وقت آئی جب وہ اپنی فلم کی ایڈیٹنگ قریب قریب مکمل کر چکا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر کھڑی ہوئی تو بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ وہ عورت جو کینوس پر دندناتی پھرتی تھی اب اب وہ غائب ہو چکی تھی۔ جیسے وہ اس کا اتہ پتہ ہی نہیں تھا۔ لگتا تھا جیسے وہ اپنی پرانی شخصیت کا خول ہے۔

''تمہیں کیا ہوا؟''۔ سی نے پوچھا۔

''میں ان لوگوں کے بارے میں سوچتی ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ کیمرے سے ان کی تصویر لیجائے تو کیمرہ ان کی روح چوس لیتا ہے۔'' میمی نے مذاق کیا۔ وہ اجڑی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس نے کھوکھلا قہقہہ لگایا جیسے وہ لوگ ہنستے ہیں جنہوں نے ایک زمانے میں قہقہہ نہ لگایا ہو۔ اس کے گال میں تھرتھری سی پیدا ہوئی۔

''اندر آؤ''

وہ آہستہ آہستہ اندر آئی۔ اس نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا جیسے پہلے وہ کبھی وہاں نہ آئی ہو۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

''چائے پیوگی؟''۔

''جی نہیں، شکریہ۔'' اس نے سر ہلایا۔ سر کی جنبش کی وجہ سے اس کے گھنے بالوں مین چمک پیدا ہوئی۔

''کوئی نئی بات؟''

''میں چاہتی ہوں کہ اپنی وہ ٹیپ دیکھوں جو آپ نے بنائی ہے۔''

''نہیں، میں معافی چاہتا ہوں۔'' اس نے انکار کر دیا۔

''کیوں نہیں؟''۔ میں اپنا کام کیوں نہیں دیکھ سکتی؟''۔ اس کی آواز مین لرزش تھی مگر اس نے خوشامد نہیں کی۔ یہ ایسا تھا جیسے کوئی اداکار اپنے آپ سے بات کر رہا ہو، بالکل ایسے جیسے کوئی ذاتی مسئلہ ہو۔ جیسے اسے کسی اور کو بتانا مقصود نہو، لیکن زور سے بولنا ضروری ہوتا کہ اس کے معنی اور اس کا اثر سمجھ میں آئے۔

''ٹیپ نے تمہارا کام اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ مگر وہ اصل میں تم نہیں ہو۔ وہ میں ہوں، مگر ایک ہی وقت میں نہیں بھی ہوں کیونکہ وہ میرا فن ہے، ایسی چیز جس کی میں نے فلم بنائی ہیاور ایڈٹ کی ہے۔'' اس نے میمی کی درخواست مسترد کر دی حالانکہ اس کے

پاس اس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اذیت ایک اندرونی خوشی و مسرت پیدا کرتی ہے۔

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ مجھے اپنا کام اپنا فن دیکھنے کا حق ہے۔ کم سے کم ایک ہی بار''

''تم کیوں دیکھنا چاہتی ہو؟''۔

''یہ میں نہیں بتانا چاہتی۔ مہربانی کرو۔ ایک بار ہی دیکھا دو۔'' میمی کے الفاظ کھوکھلے تھے۔ ہوا میں تحلیل ہوتے ہوئے، جیسے دوبارہ اپنے آپ سے بات۔

سی نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ اس نے ٹیپ دکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ٹیپ تلاش کی اور وی سی آر میں ڈال دی۔ جب تک ٹیپ ری وانڈ ہوتی رہی، میمی بیٹھی دانتوں سے ناخن کترتی رہی۔

''تم ناخن کُتر رہی ہو۔''

اس نے حیرت زدہ ہو کر اپنی انگلیاں منہ میں سے نکال لیں۔

''یہ بہت بری عادت ہے۔ ایک زمانے سے میں نے یہ حرکت نہیں کی تھی۔ میرا خیال ہے میں نروس ہو رہی ہوں۔''

اس کا نروس ہونا غلط بھی نہیں تھا۔ فلم میں اس نے پاگل پن کی حد تک اپنے آپ کو محابا جذبات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ ستر کے بگیر کینوس پر ابلتے ہوئے جذبات۔ وہ پہلی بار اس انداز میں اپنے سامنے تھی۔

سی نے وہ ٹیپ دکھانا شروع کی جسے اس نے ایڈٹ نہیں کیا تھا۔ میمی نے اسکرین کو دیکھا۔ وہ بُت بنی بیٹھی تھی۔ ڈرائنگ روم کو ایک ایسی خاموشی نے گھیر رکھا تھا جیسے کوئی مذہبی رسم ادا کی جا رہی ہو۔ اس انداز نے سی کو لپیٹ لیا تھا حالانکہ وہ کئی بار وہ فلم دیکھ چکا تھا۔ وہ خاموش تھا، باادب۔ فلم میں میمی اپنے پورے بدن سے کینوس کی سطح پر کوڑے مار رہی تھی۔ اس کے بال رنگ میں ڈوبے سینے پر سے پھیل کر ادھر ادھر جا رہے تھے اور اس کا جسم پھسلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا پینٹ کے چھینٹے صاف کرتا ہوا۔ اس سارے عمل میں وہ منہ ہی منہ کچھ بڑ بڑا رہی تھی جیسے ایڈ انڈین کا پجاری جادو کر رہا ہو۔

''بند کرو اسے۔'' وہ چیخی، سی نے وی سی آر بند کر دیا۔ وہ کھڑی ہوئی اور کمرے میں ٹہلنے لگی۔ وہ کچھ بڑ بڑا رہی تھی جیسے وہ فلم میں کر رہی تھی۔ وہ کوئی گیت تھا یا جادو کا منتر۔ اس کی نظریں اسکرین سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔

"یہ فلم آپ کو مجھے دینا پڑے گی۔ اسے آپ کسی اور کو نہیں دکھا سکتے۔"

"کیا؟"۔ سی کھڑا ہو گیا، میمی کی طرح پریشان۔"تم یہ نہیں لے سکتیں۔"

"کیوں؟۔ کیوں نہیں ؟۔"

اس کی گھبراہٹ ختم ہو گئی تھی۔ سی اس کے پاس گیا۔ اس کا کندھا دبایا کہ وہ بیٹھ جائے۔ میمی نے سی کی آنکھوں میں دیکھنے سے انکار کر دیا۔

"ہم نے جو کام کیا ہے اسے پھینک نہیں سکتے۔" سی نے اصرار کیا۔ آپ نے وقت صرف کیا ہے وہ آپ کی لگن اور دھن کی شدت کی منابت سے ہی ہو گا۔ اس قاعدے سیا ہر کچھ بھی نہیں ہے، چاہے وہ محبت ہو یا آرٹ۔"تم ڈرتی کیوں ہو؟۔ وہ تم نہیں ہو۔ وہ تو ایک عمل سے گزر کر باہر آتا ہے۔ تمہارے کام کی خود اپنی قیمت ہے اور ویڈیو آرٹ بالکل ہی مختلف چیز ہے۔ یہ تمہاری فنی تخلیق سے باہر نہیں نکلا ہے۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔

"تو پھر تم مجھ سے کیوں ڈرتے ہو؟" میمی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔

ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔

وہ جھجکا۔

"ٹھیک ہے۔ میں جانتی ہوں کہ آپ مجھے ٹیپ نہیں دیں گے۔ آپ کی ہوس میری بجائے ٹیپ میں موجود عورت کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ محفوظ طریقہ ہے۔ آپ کو اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ٹیپ کے اندر جو میمی ہے وہ میں نہیں ہوں۔ وہ خود آپ ہیں۔" میمی باہر نکل گئی۔

سی خالی خالی آنکھوں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔ وہ اٹھ بھی نہیں سکا۔ وہ مفلوج ہو گیا تھا۔ میمی چلی گئی۔

سی تین دن بیمار رہا۔ کمزوری نے اس کا بدن چور چور کر دیا۔ وہ بیئر پیتا رہا اور وہ ٹیپ بار بار دیکھتا رہا۔

وہ ٹھیک ہوا تو اپنا پروجیکٹ مکمل کرنے کے انتھک محنت کرتا رہا۔ اس نے میمی رنگوں والے رقص کو اس ایڈ انڈین جادوگر کے ساحرانہ رقص کے ساتھ ملا دیا جس پر جن بھوت آ گئے

ہوں، اس ساحرانہ رقص کی فلم اس نے اوجی انگیو میں اونگنو کے تجریدی لیسٹر آرٹ کے پس منظر میں بنائی تھی۔ کسی نے بھی اسے فون نہیں کیا سوائے آرٹ گیلری کے جہاں سے اصرار ہو رہا تھا کہ وہ اپنے فن کی نمائش کرے۔ کبھی کبھی اس نے جوڈتھ کو فون کیا۔ مگر ریکارڈڈ آواز میں جواب ملا کہ یہ غلط نمبر ہے۔ اس نے دوسری عورتوں کو فون کیا جن کے ساتھ اس کے تعلقات رہ چکے تھے۔ ان سب نے بے نیازی کے ساتھ جواب دیئے۔ وہ ان کے لئے خطرناک بن چکا تھا۔ ایک بوجھ۔

فلم کی نمائش کے پہلے دن سے قبل اسے میمی کی بھی کوئی خبر نہیں ملی۔ اس نے گیلری کو فلم پہنچا دیا اور نمائش کی تیاری مین مدد دینے کے لئے وہ ایک آدھ بار وہاں گیا۔ اس نے گیلری کے منتظم سے میمی کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی ۔ مگر اسے بھی کچھ علم نہیں تھا۔ اس نے کہا ''میرا خیال ہے وہ نہیں آئے گی۔ وہ فون کا جواب بھی نہیں دے رہی ہے۔'' اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور کہا کہ وہ اب کچھ نہیں کر سکتا۔ ان دنوں سی گھر جاتا اور رات فلم میں میمی کو رنگوں والا رقص کرتے دیکھتا رہتا۔

انٹر چینج سگنل پر کے یہونگ ڈرنگ ہائی وے پر گیا۔ دس منٹ بعد وہ یونگ گن نیچرل پارک پر تھا۔ پانچ منٹ گھومنے کے بعد وہ یونگن ریس کورس پہنچ گیا۔ بھوک نے اس پر حملہ کیا تو پارکنگ ایریا میں گاڑی کھڑی کر لی۔ اس نے نزدیکی فاسٹ فوڈ کی دکان سے برگر خریدا اور اس کی خوشبو اپنے اندر اتار لی۔ وہ بیٹھ گیا اور بھاگتی دوڑتی کاریں دیکھتا رہا۔ تمام کاروں پر بھڑکتے ہوئے شوخ رنگ تھے۔ مالبرو اور سیلم جیسے سگریٹوں کے اشتہاروں سے وہ کاریں چمک رہی تھیں۔ اکثر کاروں میں سائیلنسر نہیں تھے جس کی وجہ سے وہ کاریں بھی شور کر رہی تھیں جو زیادہ سے زیادہ رفتار کی حد سے کم ہی پر دوڑ رہی تھیں۔

پچھلے پانچ سال سے کے تیز رفتار کی تیزی کو کسی دیوتا کی طرح پوجتا آ رہا تھا۔ لیکن اس کا دیوتا اتنا فراخ دل نہیں تھا۔ اس کا دیوتا صرف ان لوگوں کو اپنے درشن دیتا تھا جو زیادہ سے زیادہ قربانی دیتے تھے۔ اس ٹیریک پر جو چند ڈرائیور کار چلاتے رہے تھے دیوتا نے انہیں ہی قبول کیا تھا۔ انہوں نے اپنی کاروں کی مرمت کرانے اور نئے سے نئے ٹائر ڈلوانے پر لاکھوں وان خرچ کئے ہوئے تھے۔ اگر اس میں انہیں ایک سیکنڈ کا بھی فائدہ اٹھانا ہوتا تو کسی طرح کی غلط حرکت سے بھی باز نہیں آتے تھے، جسے بیک سیٹ نکال دینا۔ ان

کاروں میں کوئی ایک بھی ایسا پرزہ نہیں ہوتا جو تیز رفتار کے لئے ضروری نہیں ہوتا۔ کے جبلی طور پر ان کی اس دھن کو خوب سمجھتا تھا۔

وہ گیراج جہاں کے کام کرتا تھا وہ اتوار کو بند ہوتا تھا۔ وہ کسی گاہک کی کار لیتا اور اس طرح دن گزارتا۔ کاروں کو دوڑتے دیکھتا رہتا اور باسی برگر چباتا رہتا۔ کبھی کبھی وہ صرف پریکٹس ہی نہ دیکھتا بلکہ اصلی ریس بھی دیکھتا۔ جب کوئی کار اس کے سامنے سے گزرتی تو اس کے سینے پر تیز چھری سی سکتی۔ اسے ان ڈرائیوروں پر رشک آتا جو الٹ جانے والی کار کے نیچے سے سرکتے ہوئے باہر آتے۔

ریس کے دوران کار میں ایک دوسرے سے آگے جانے کو کوشش میں دائیں بائیں دیواروں سے رگڑتی ہیں مگر بریک نہیں لگاتیں۔ آگے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہوتا ہے کہ گئیر استعمال کئے جائیں اور کار کی رفتار پر قابو کیا جائے۔ ٹریک پر جلنے کی بو آ رہی ہوتی ہے۔ اگر ڈرائیور گیئر بدلنے میں ایک لمحے کی غفلت بھی کرتا تو کار کسی کھلونے کی طرح الٹ جاتی ہے یا پھر ٹریک پر سے پھسل کر باہر چلی جاتی ہے اور حادثے کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس میں حصہ لینے والے ڈرائیور کے سے زیادہ یہ بات جانتے ہیں۔ اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ اس سے تھوڑی سی بھی زیادہ رفتار بڑھانا خطرناک ہے مگر وہ ایکسی لیٹر پر دباؤ بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور انہیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ یہ وہ قربانیاں ہیں جو رفتار کے دیوتا مانگتے ہیں۔ اگر ایک کار رفتار کے دیوتا کی بھینٹ کی جاتی ہے تو دوسرے ڈرائیور سکون کا سانس لیتے ہیں، پریشان نہیں ہوتے۔ بے شک وہ سمجھتے ہیں کہ ایک ڈرائیور کی بدقسمتی نے یہ امکان کم کر دیا ہے کہ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی حادثہ پیش آئے گا۔ کے بھی ایسا ہی سوچتا تھا۔

لیکن رفتار کے دیوتا نے کے کو ایسا موقع نہیں دیا کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہوتا۔ دیوتا نے اسے ضروری یا لیمبورگینی جیسی کاریں عنائت نہیں کیں جو آسانی کے ساتھ 250 کلو میٹر سے بھی تیز دوڑ سکتی ہیں۔ اسے تو اس نے اس وقت ٹیکسی چلانا شروع کی جب وہ اس حقیقت کا سامنا کر رہا تھا۔ اس نے ٹریک پر آنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اپنی اسٹیلا TX کار سے خوش تھا۔ اس وجہ سے بھی کہ انہی دنوں سیون سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ مگر اب وہ اس کی دنیا کا حصہ نہیں تھا۔

میں تمام چیزیں جلا ڈالوں گا۔ اس نے کاروں کی ان تصویروں کے بارے میں سوچا جو اس کے کمرے کی درازوں میں بھری ہوئی تھیں۔ بہت بیکار ہیں۔ کار کا پسٹن خراب ہونے کار کی زیادہ سے زیادہ رفتار اور ہارس پاور کے بارے میں میری معلومات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کے پارکینگ میں واپس گیا اور اپنی ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ کچھ بھی ہو جائے مجھے سی سے ملنا ہے۔

اس نے سوچا۔

اس رات افتتاحی تقریب میں تمام فن کار جمع تھے جب میمی گیلیری کے دروازے پر نمودار ہوئی۔ وہ لمبا کوٹ پہنے ہوئے تھے جو اس کے ٹخنوں تک آرہا تھا۔ اوپر سے اس نے سیاہ شال اوڑھی ہوئی تھی۔ مرصع بالی اس کے کان میں جھول رہی تھی۔ سب خاموش ہو گئے۔ اس نے ادب کے ساتھ حاضرین کے سامنے سر جھکایا۔

گیلری کے منتظم نے افتتاحی الفاظ کہے پھر میمی سی کے فن پارے کے سامنے آئی اور حاضرین کی جانب رخ کیا۔ اسپاٹ لائٹ کے نیچے اور ابھرتی ہوئی موسیقی کے حصار میں وہ ایک ملکہ کی طرح کھڑی ہوئی اور بازو کے کمرے میں غائب ہوگئی۔ روشنی مدھم ہوگئی۔ ہر ایک نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ وہ واپس آرہی تھی۔ روشنی کی لہریں اس کے زرد بدن پر مختلف زاویوں سے پڑ رہی تھیں۔ روشنیاں جل بُجھ رہی تھیں۔ میمی کے پیچھے سی کی ویڈیو فلم چل رہی تھی۔ وہ کینوس پر رقص کر رہی تھی۔ اس کا سارا بدن نیلے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ میمی نے پیچھے مڑ کر اپنا کام دیکھا۔ پھر اس نے دوبارہ حاضرین کی طرف رخ کیا۔ جیسے ہے اس نے کینوس پر قدم رکھا اس کے دائیں ہاتھ میں ایک چاقو چمکا۔ وہ بلی کی طرح قدم بڑھاتی ہوئی کینوس پر آگے بڑھی۔ دائیاں ہاتھ اوپر اٹھایا، جیسے وہ کسی چیز سے ڈر گئی ہو، اور کینوس کو چیر دیا۔ کینوس کو پھاڑنے کی آواز پورے کمرے میں گونج اٹھی۔ حاضرین پر خاموشی چھا گئی۔ اس پر پڑنے والی سفید روشنی سفید کینوس پر رکے ایک نشے کے طور پر پیش کر رہی تھی۔

کیا یہ تلوار ناچ تھا؟۔ اس کی حرکت بہت ہی آہستہ آہستہ تھی جو کبھی کبھی اچانک تیز ہو جاتی۔ شکاری پرندے کی طرح۔ جلد ہی کینوس چیتھڑے چیتھڑے ہو گیا۔ مگر ہو چاقو چلانے میں مگن تھی۔ اس کا بدن جھوم رہا تھا۔

جب پھاڑنے کو کچھ نہیں بچا تو وہ کھڑی ہوگئی۔ وہ پھٹے ہوئے کینوس پر کسی دیوی کی

طرح تن کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے اپنے گھنے ریشمی بال بائیں ہاتھ میں پکڑ لیے۔ اس نے چاقو سے بالوں کے گچھے کاٹنا شروع کیئے۔ کالے بالوں کے گچھے کے گچھے سفید کینوس کے چیتھڑوں پر گر رہے تھے۔ سیکے جسم میں گردن سے ایڑی تک ٹھنڈک سی دوڑ گئی۔ اسے جھر جھری آ گئی، اس نے یمی کے اوپر سے اپنا فن دیکھا۔ اس میں میمی چاقو چلا رہی تھی۔ اس کے بال کالی گھٹا بنے ہوئے تھے۔ سی کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ اصل میمی اپنے بال کاٹنے بظاہر نہ ختم ہونے والے کام کے آخر تک پہنچ چکی تھی۔ اس کے بال جب بالکل ہی چھوٹے چھوٹے رہ گئے تو اس نے چاقو پھینک دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی اس کمرے میں چلی گئی جہاں اس کے کپڑے پڑے تھے۔ سی نے میمی کے ہیولے میں جوڈتھ کو دیکھا۔ اسے جوڈتھ کا خیال آیا جو اپنی سالگرہ کے دن برف میں غائب ہوگئی تھی۔ اس نے میمی کو قطب شمالی کی طرف جاتے دیکھا۔ کمرے میں تالیاں گونج اٹھیں۔ اب اس کے لئے ایک لمحہ بھی، وہاں ٹھہرنا مشکل تھا۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا باہر آیا اور انساوونگ کی طرف چل دیا۔ اسے خیال آیا کہ وہ ٹی ہاؤس جا کر گرم گرم گرین ٹی پیئے۔ اس نے اپنے پیچھے میمی کی آواز سنی۔

''میں نے سائیکل کا ہینڈل اس طرف موڑ دیا تھا جدھر میں گر رہی تھی۔ اب اگر میں زور زور سے پیڈل ماروں تو کہیں اور جا سکتی ہوں۔'' وہ سیاہ ہیٹ اوڑھے ہوئے تھی۔''

سی نے مڑ کر اسے دیکھا۔ سڑک کے ایک جانب جو کاریں گزر رہی تھیں وہ ان کے قریب سے جا رہی تھیں، ان کی ہیڈ لائٹ ان پر پڑ رہی تھیں۔

''آپ نہیں سمجھتے کہ ہم ایک جیسے ہی ہیں؟''۔

''اچھا؟۔تم یہ سمجھتی ہو؟''۔

''آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی فلم بنوانے کا خیال کیا تو آپ کے ساتھ کام کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟۔''

''بتاؤ؟۔''

پچھلے جاڑوں میں میں نے شاعروں کے ایک کیفے کا افتتاح پر رقص کیا۔ یہ کوئی بڑا کام نہیں تھا۔ وہ میں نے ایسے ہی کیا جیسے میں پہلے کرتی آ رہی ہوں۔ پھر میں نے چند لوگوں کے ساتھ شراب پی۔ وہاں سے چلی اور تین بس سٹاپ پار کر گئی۔ معلوم نہیں کیوں۔

میں چلے جا رہی تھی۔ اچانک وہ آدمی سامنے آیا اور مجھ سے پوچھا کہ تمہیں گستاف کلمٹ پسند ہے؟۔ میں نے کہا جی، مجھے پسند ہے۔ وہ بہت ہی عجیب وغریب آدمی تھیا۔ میں نے دو دن اس کے ساتھ گزارے اور اسے قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اس کی سفارش کے برعکس کام کیا اور غسل خانے کے پانی بھرے ٹب میں لیٹ کر اپنی کلائی کاٹنے کا فیصلہ کیا۔ اس کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔آپ سمجھتے ہوں گے کہ لوگ کسی خاص مقصد کے لئے اپنی جان لیتے ہوں گے،نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے اس دن جو میں نے رقص کیا تھا اس کی وجہ سے ہو۔ دس سال سے میں اس خیال میں تھی کہ میں سچا فن تخلیق کر رہی ہوں۔ مگر اس دن ایسا کوئی خیال نہیں تھا۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ میں نے کبھی اپنی زندگی کا تنقیدی جائزہ نہیں لیا۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے مری ساری زندگی فرار میں گزری ہے۔ میں ہر قسم کی چیزوں سے بھاگ رہی تھی حالانکہ میں یہ سوچتی رہتی تھی کہ یہ وہ نہیں ہے، یہ جگہ صیح نہیں ہے۔ میں نے اس آدمی کو ہر بات بتا دی۔ وہ کچھ بولے بغیر میری باتیں سنتا رہا۔ وہ اتنا آرام دہ اور پرسکون ماحول تھا کہ مجھے اس میں موت کی باس آئی۔ آخر کار پھر مجھے محسوس ہوا کہ مٰن کس چیز سے بھاگ رہی ہوں۔''

وہ ایک عمارت سے لگی کھڑی تھی اور بول رہی تھی۔ اس کی نظریں اوپر لٹکے ہوئے اشتہاری بورڈوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔

غسل خانے میں ٹب پانی سے بھر گیا تو میں نے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا اور کپڑے اتار دیئے۔ معلوم نہیں کیوں میں نے اپنے آپ کونہیں پہچانا۔ میں ٹب میں بیٹھ گئی، میرے ہاتھ میں وہ چاقو تھا جو اس آدمی نے دیا تھا۔لیکن میں ایک بار پھر آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنا چاہتی تھی۔تو میں نے دیکھا ۔ اور یہ عمل تین بار دہرایا۔ وہ آدمی غسل خانے کے دروازے پر کھڑا نرمی سے مسکراتا رہا۔ اس نے مجھ سے کہا۔''میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ باہر آجاؤ اور چاقو مجھے دے دو۔'' میں نے چاقو اسے دے دیا، ٹب کا پانی خالی کیا اور اپنا بدن خشک کیا۔ میں غسل خانے سے باہر آرہی تھی تو ایک دم مجھے چکر آیا اور میں بیہوش ہوگئی۔ میری آنکھ کھلی تو میں اس کے بازوؤں میں تھی۔ وہ پوری طرح جاگ رہا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب اس نے کہا ''ابھی بہت دیر ہے، تم میرے پاس بعد میں بھی آسکتی ہو۔ ابھی تم آرام کرو۔'' اس نے کہا تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اور اسے تم اپنا

آخری موقع جانو اور اگر کوئی ایسا کام ہے جس سے تم ہمیشہ انکار کرتی رہی ہو تو اسے اب کرنے کی کوشش کرو۔ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ بتایا کہ میں اپنا کام اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ اسی وقت اس نے مجھے تمہارا نام بتایا۔ جب گیلری کے منتظم تمہارے دوست نے نمائش کے سلسلے میں مجھ سے رابطہ کیا تو اس میں شریک ہونے والوں کی فہرست میں تمہارا تام دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔

''تو پھر تم اپنی ٹیپ کیوں واپس لینا چاہتی ہو؟۔''

''مجھے نہیں معلوم۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کی بہت سی کاپیاں بنا لی جائیں گی۔ اور میں یہ بھی برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ آپ کے پاس رہے۔ آپ میرے ساتھ سو جاتے تو وہ ہم دونوں کے لئے آسان ہوتا۔

میمی کافی دیر اس کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ اس کے سامنے سے چلی گئی۔ اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ گیلری میں واپس گیا۔ دروازے پر اس نے جانا پہچانا آدمی دیکھا مگر اسے یاد نہیں آیا کہ یہ کون ہے۔ اس آدمی نے سے کے اشارے سے سی کو سلام کیا سی نے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ اسے پھر بھی نہ پہچانا، سی اس آدمی کے قریب سے گزرتا ہوا اپنے کام کی طرف گیا۔ وہاں ایک آدمی کھڑا سی کا کام دیکھ رہا تھا۔ سی اسے جانتا تھا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ سی نو پوچھا۔

''میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کے نے جواب دیا۔ اس کی نظریں سی کے کام پر جمی ہوئی تھیں۔

''سے یون کے بارے میں؟۔''

''میں یہاں یہ کہنے نہیں آیا ہوں کہ تمہارا کوئی قصور ہے۔ میں وہ کہانی سنانا چاہتا ہوں جو میں جانتا ہوں۔''

''ہاں، ان چیزوں میں کسی کا قصور نہیں ہے۔''

''مجھے اس پر غصہ نہیں آیا تھا کہ سے یون کے جسم سے تمہارے لوشن کی خوشبو آنے لگی تھی۔ اسے قبول کرنے میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی بس وہ ایک بوجھ سا تھا۔'' کے کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس کی کن پٹی کی رگ پھولی ہوئی تھی۔ سی نے سوچا اس کا بھائی بہت ہی حقیقت پسندانہ ڈرائینگ نظر آ رہا ہے۔

''لیکن اب جو میں تمہاری پینٹنگ دیکھ رہاہوں تو مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔'' کے بولے جا رہا تھا۔ اس پینٹنگ کو اور تمہیں دیکھ کر جس نے یہ بنائی ہے، مجھے متلی ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں تم میری بات سمجھ رہے ہو یا نہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ سے یون جیسی عورت یہاں ہے یا نہیں۔ تم ہمیشہ ایسی زندگی گزارتے رہے ہوگے۔ جیسے ساری دنیا تمہارے گرد گھوم رہی ہے۔ اور میں انجن آئل پر زندہ رہوں گا۔ میں حرجانہ جاننا چاہتا ہوں کہ میری بیکار زندگی کب ختم ہوگی۔ آج میں جتنی بھی تیز کار چلا سکتا ہوں چلاؤں گا۔ میں نے ہمیشہ آخری وقت پر ایکسی لیٹر پر سے پیر ہٹایا ہے۔ مگر آج میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس وقت تک میں پیر دبائے رکھوں گا جب تک میں اڑنا شروع نہ کر دوں۔

''اگر تم یہ کرنا چاہتے ہو تو میں نہیں اس سے تمہیں روکوں گا۔''

''میں جانتا ہوں تم یہی کہو گے۔ ہاں، میں تمہیں ایک اہم بات بتانے آیا تھا۔ تمہیں یاد ہے جب، ہمارا گھر آگ میں بھسم ہو گیا تھا؟۔''

''مجھے یاد ہے۔''

''تمہاری ساری تتلیاں جل گئی تھیں اور تم رات بھر روتے رہے تھے۔ میں گھر پر ہی تھا۔ مگر تم اسکول میں تھے۔ اسکول سے آئے تو تم نے سب سے پہلے تتلیوں کا پوچھا تھا۔

ہاں شاید میں نے یہی پوچھا تھا۔ سی نے سوچا اور تلخی سے ہنسا۔

''اس دن میں اسکول سے جلدی آ گیا تھا۔ میں نے تمہاری ایک تتلی پکڑی اور اسے جلا دیا۔ جب آگ تتلی کے پروں کو جلاتی ہوئی آہستہ آہستہ باقی تتلیوں کو بھی جلا رہی تھی تو میں کچھ نہیں سوچ رہا تھا۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی سارے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ اگر آج میں اس وقت کے بارے میں سوچوں تو ایسا ہی لگے گا جیسے پہلی بار مجھے جنسی تجربہ ہوا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ میں ایسی چیز کو آگ لگا رہا تھا جسے تم بہت پسند کرتے تھے۔ جب میں ایک کے بعد دوسری تتلی کو آگ لگا رہا تھا تو کمرے میں کسی چیز کو آگ لگ گئی۔ مجھے احساس ہی نہیں ہوا کہ کمبلوں کو بھی آگ لگ گئی ہے۔ اس لئے تین تتلیاں بھاگ گئیں۔ تم گھر آئے اور رونا شروع کیا تو میں ڈر گیا مگر مجھے خوشی بھی تھی۔

''یہ اب مجھے کیوں بتا رہے ہو؟۔''

''یہ بات مجھے ہمیشہ پریشان کرتی رہی ہے۔''

''پریشان ہو۔ وہ تتلیاں پہلے ہی مری ہوئی تھیں۔''

''یہی بات سے یون کی ہے۔'' کے نے کہا اور گیلری سے چلا گیا۔سی نے اسے نہیں روکا حالانکہ کے کو اس طرح جانے دینا اس کے لئے فطری بات تھی۔

سی گھر پہنچا تو اس نے میمی کی ٹیپ آن کر دی۔ جیسے میمی نے کہا تھا سی سینکڑوں بار وہ ٹیپ دیکھ سکتا تھا۔

وہ رات گئے تک ٹیپ سنتا رہا۔اسے نیند آنے لگی بھاری تھکن نے اس کے اور اسکرین کے درمیان کا فاصلہ بھر دیا تھا۔ پیاس لگی تو اس کی آنکھ کھلی۔ اس کی نظر سترہ انچ کی اسکرین پر گئی جو اندھیرے کمرے میں روشنی کر رہی تھی۔ پکچر ٹیوب کے اندر کی الیکٹرون گن الٹی سیدھی لکیریں بنا رہی تھی۔ اس کا فلیٹ اس وقت گہرا سیاہ غار بنا ہوا تھا۔ اور تنہا نیلے مونیٹر میں میمی روشن تھی جو جوڈتھ بھی تھی۔

اس نے ریوائنڈ کا بٹن دبایا۔ پیاس سے اس کے حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے۔

پانچواں حصہ

بابل کے بادشاہ کی موت

میں نے ناول کی ایڈٹنگ مکمل کر لی۔ ابھی اندھیرا تھا۔ میں نے پرنٹر کی ٹرے میں کاغذ رکھے اور مسودہ کا پرنٹ آوٹ نکالا۔ سی ڈی پلیئر پر ساری رات میریا کیلس گاتی رہی تھی۔ وہ من موجی عورت تھی جو جی چاہتا تھا وہ کرتی تھی۔ اس کی اتنی طاقت ور آواز تھی کہ ایک بار اسپیکر اسے برداشت نہیں کر سکے تھے اور اڑ گئے تھے۔ مگر اس کی آواز اتنی خوبصورت تھی کہ اسے معاف کیا جا سکتا ہے۔

پرنٹر چل رہا تھا تو میں نے ایک آرٹ بک اٹھالی۔ میرا خواب تھا کہ میں آرٹ کی کتابوں سے اپنا کمرہ بھرلوں۔ میرا خیال ہے کہ اپنا ناول مکمل کرنے کے بعد اپنا یہ خواب پورا کرنے کے قبل ہوجاؤں گا۔ جو کتاب میں نے اٹھائی وہ آرٹسٹ Delaeroix کے بارے میں تھی۔ مین رومانیت کا زیادہ شیدائی نہیں ہوں۔ کیونکہ جذبات کبھی کبھی مبالغے کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن مجھے اس آرٹسٹ کی پینٹنگ The Death of Sardanapale پسند ہے۔ اس میں سورماؤں کا وہ منظر دکھایا گیا ہے جب وہ بابل کے بادشاہ کے حکم پر بادشاہ کی ملکہ اور بادشاہ کی کنیز کو قتل کرنے جا رہے ہیں۔ بادشاہ کی سلطنت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ جذبات سے عاری چہرے والا ایک لمبا چوڑا سورما ایک ننگی عورت کو پیچھے سے پکڑے ہوئے ہے۔ وہ سورما عورت کے چھرے مار رہا ہے۔ پانچ ضرب چار میٹر کینوس سے قاتلانہ توانائی پھوٹی پڑ رہی ہے۔ پینٹنگ کے بائیں حصے میں ایک سیاہ فام سپاہی بادشاہ کے پسندیدہ گھوڑے کو مارنے کیلئے گھسیٹتا ہوا لئے جا رہا ہے۔

لیکن مجھے وہ پینٹنگ اس کی آرائشی رومانوی اسٹائل کی وجہ سے پسند نہیں تھی۔ اوپر کے بائیں حصے میں ایک آدمی ہے جو اس قتل عام کو دیکھ رہا ہے۔ وہ بابل کا بادشاہ، سردانا پیل ہے۔ وہ ایک بازو کا سہارا لئے ہوئے ہے اور اپنی اور گھوڑے کا خون بہتا دیکھ رہا ہے۔ وہ آخری چیز ہے جسے آپ اس پینٹنگ میں دیکھتے ہیں مگر اسے گہرے رنگ میں پینٹ کیا گیا

ہے اور کینوس کے ایک کونے میں ڈال دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں قتل کے مناظر کھلتے رنگوں سے بنائے گئے ہیں۔ اور جن عورتوں کو قتل کیا جا رہا ہے ان کا ننگا پن آنکھوں کی چندھیا رہا ہے۔ آخر میں جب آپ بادشاہ کو دیکھتے ہیں تو اپنی سانس روکے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس پینٹنگ کی سب سے بڑی خوبی وہ نمایاں فرق ہے جو بادشاہ کا خالی خالی نظروں سے اپنا زوال دیکھنے اور تڑپتی ہوئی عورتوں کے درمیان نظر آ رہا ہے۔ وہ بادشاہ جو خون آشامی دیکھ رہا ہے دراصل وہ اصل میں آرٹسٹ خود ہے۔ وہ خدا بننا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے بدقسمت آرٹسٹ سے نہیں بلکہ بادشاہ سے ہمدردی ہے۔ بدقسمت بادشاہ جو بابل کی تباہی کے دوران موت کی دعوت شیراز دے رہا ہے۔

اگر کوئی معمولی آرٹسٹ یہ پینٹنگ بناتا تو وہ بادشاہ کو اس طرح دکھاتا کہ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑا ہوا ہے اور ماتم کر رہا ہے۔ لیکن آرٹسٹ اس آدمی کے اندرونی احساسات پیش کر رہا ہے جو موت کے سامنے کھڑا ہے۔

میں نے ڈرائینگ روم میں رکھے وہئے پودوں کو پانی دینے کا سوچا۔ بہت دن سے انہیں پانی نہیں دیا گیا تھا۔ پھول جن سے کمرہ بھرا ہوا تھا ہمیشہ ایک جیسے لگتے تھے۔ میرے پھول نہ مرجھاتے تھے اور نہ ان میں نئی نئی کلیاں کھلتی تھیں۔ وہ ٹوٹتے بھی نہیں، موئم کے بودھ مندر کی کمیلیا کی طرح۔ میں اپنے نقلی پودوں کو ہر ہفتے پانی دیتا ہوں۔ جب میں اس فلیٹ میں آیا تھا تو میں نیہ پھول خریدے تھے۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ انہیں پھینک دوں اور اگلے مہینے دوسرے پھول لے آؤں۔

میمی جو میری واحد مریض تھا جو اس فلیٹ میں آئی تھی ڈرائینگ روم میں پھول دیکھ کر حیران ہوگئی تھی۔ مگر جب اسے احساس ہوا کہ یہ تو نقلی ہیں تو اس نے ان کے قریب جانے سے انکار کر دیا۔

''آپ نے اتنے بہت سے نقلی پھول کیوں لگا رکھے ہیں؟''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کے برا اصلی میں یا نقلی یہ صرف ہمارے دیکھنے کے لئے ہیں۔''

میمی واپس آ گئی۔ لیکن اس بار وہ زیادہ ہشاش بشاش نظر آتی تھی۔

''تم اس سے ملیں؟''

میمی نے سر ہلایا۔ ''وہ بہت بڑا پروجیکٹ تھا۔ مگر وہ مجھے نہیں بچا سکا۔''

''کوئی بھی کسی کو نہیں بچا سکتا۔''

غسل خانے کے ٹب میں بیٹھنے سے پہلے میمی لینارڈ کوہن کا گانا evry body knows لگایا اور بہت دیر ناچتی رہی۔ کوہن کی گرج والی آواز اس کے ناچ سے کافی مناسبت رکھتی تھی۔ میں اس کے غسل خانے میں پانی بہنے کی آواز سن سکتا ہوں۔ ٹب بھر گیا ہے اور پانی باہر گر رہا ہے۔ وہ دس مرتبہ دروازے گانا سنتی ہے پھر ٹب میں جاتی ہے۔ میں غسل خانے کے دروازے میں کھڑا اسے ٹب میں قدم رکھتے دیکھ رہا ہوں۔ پانی باہر گر رہا ہے۔ وہ چاقو اٹھاتی ہے تو مجھے دیکھتی ہے۔

''خدا حافظ، آپ کا شکریہ، امید ہے پھول ہمیشہ کھلتے رہیں گے۔''

''خدا حافظ''

اس کے لال لال خون نے جو ٹب کے پیندے سے اوپر آ رہا تھا۔ جلد ہی پانی کو بھی لال کر دیا۔ بڑھتی ہوئی غشی کے باوجود وہ میری طرف دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ میرے لیئے یہ بہترین موقع تھا کہ وہاں سے نکل جاؤں۔

''میں جا رہا ہوں۔ سفر بخیر''

اس کے فلیٹ سے نکلا تو میں نے اپنے دستانے اتار لئے۔ میں جب بھی کسی مریض کے گھر جاتا ہوں تو دستانے پہن لیتا ہوں تا کہ میری انگلیوں کے نشان وہاں نہ رہ جائیں۔ ایسی عورتیں بھی ہیں جو مباشرت چاہتی ہیں مگر میں انکار کر دیتا ہوں۔ میں صرف ممکنہ آٹوپسی کے لئے ہی اپنے آپ کو تیار نہیں رکھتا بلکہ مردہ جسم میں دوبارہ جنم لینا بھی اچھا نہیں ہے۔

میمی قام جھام کے ساتھ گئی اور جوڈتھ سکون کے ساتھ۔ مجھے وہ دونوں بہت یاد آتی ہیں۔ ان کی کہانیاں ختم ہو گئیں اور میرا ناول وہ خوبصورت نقلی پھول ہوں گے جو ان کی قبروں پر رکھے جائیں گے۔ جو بھی یہ پڑھے گا وہ ایک جگہ مجھ سے ملے گا، جوڈتھ کی طرح میرو نیئر پارک میں یا سنسان گلی میں جوڈتھ کی طرح۔ میں کسی وارننگ کے بغیر ان کے پاس آؤں گا اور پوچھوں گا۔ ''کچھ بھی نہیں بدلا، حالانکہ تم نے اتنا لمبا سفر طے کیا ہے۔ کیا

خیال ہے؟۔''یا پھر''تم آرام کرنا چاہو گے؟''۔ ایسا ہو تو میرا ہاتھ پکڑو اور میرے ساتھ چلو۔ پیچھے مڑ کر دیکھو اگر تمہارے اندر سب برداشت کرنے کی ہمت بھی نہیں، چلتے رہو چاہے وہ تکلیف دہ اور تھکا دینے والا ہی نہ ہو۔ مجھے بہت سے مریض نہیں چاہئیں۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ میری زندگی ہمیشہ ایک ہی جیسی اور پریشان کن رہی ہے، ان نقلی پھولوں کی طرح جو میرے ڈرائینگ روم میں رکھے ہیں۔

یہ ناول پبلشر کو دینے کے بعد میں بابل چلا جاؤں گا۔ کیا وہاں میمی یا جوڈتھ کی کوئی میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ جیسے ویانا والی عورت۔ کوئی بھی چیز کیوں نہیں بدلتی۔ حالانکہ آپ دوڑ دوڑ کا سفر کرتے ہیں؟